کلین بولڈ
عزیز قدسی
محمد نعمان
محمد سجاد بھٹی
جاسوسی ڈائجسٹ : اکتوبر
1987

ریلائنس ورلڈکپ کے مفروضہ پس منظر میں سرارق کا دوسرا رنگ

کلین بولڈ

عزیز قدسی

قاسم عمر کے اس بیان نے شائقینِ کرکٹ اور دیگر بہت سے ذمّے دار افراد کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا کہ کھلاڑی منشیات کی اسمگلنگ میں ملوث ہیں. ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے کھلاڑی جذبۂ حب الوطنی سے محروم ہیں یا انہیں قوم و ملک کے وقار اور عزت کا پاس نہیں۔ ملک و ملت کی آبرومندی کے ضمن میں ان پر تو ایک عام آدمی سے کہیں زیادہ ذمّے داری عائد ہوتی ہے اور انہیں اس کا احساس بھی ہے لیکن ڈرگ مافیا کے دُور دُور تک پھیلے ہوئے مضبوط ہاتھ کس طرح مختلف دُوریاں مِلا کر غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس سنسنی خیز کہانی میں ایسے ہی حقائق کی نشاندہی کی گئی ہے۔

تمام دن گرمی پڑنے کے بعد شام کے وقت آسمان پر بادل چھا گئے تھے۔ لوگوں نے متوقع نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا تھا مگر بادلوں بھرے آسمان نے پانی کا کوئی قطرہ برسانا تو کجا وہ گرم ہوا بھی چھین لی جو کم از کم چل تو رہی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حبس کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

طارق جمیل نے کلب سینڈوچ ختم کر کے ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کیے اور ٹشو پیپر ڈسٹ بن میں اُچھال دیا۔ اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ رات کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔ وہ فریج کی طرف بڑھا اور ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر دو گلاس پانی پی گیا اور اس کے ساتھ ہی اُس کا ڈنر مکمل ہو گیا۔

رات کا کھانا وہ عموماً گھر پر ہی کھایا کرتا تھا۔ پڑوس کے بچوں سے وہ گھر پر ہی کھانے کی کوئی چیز منگوا لیا کرتا تھا۔ کبھی مسٹر برگر سے

کلب سینڈوچ یا برگر اور کبھی سلور اسپون سے رول... دو کمروں کے
اس مختصر سے فلیٹ میں وہ تنہا ہی رہائش پذیر تھا للذا کچن آباد ہونے کا
کوئی سوال نہ تھا۔

جس عمارت میں اُس کا فلیٹ تھا، وہ طارق روڈ کی ایک ذیلی سڑک پر
واقع تھی۔ اس ذیلی سڑک پر انواع واقسام کے ہوٹل اور اسنیکس کی دکانیں تھیں جس کی وجہ
سے اُسے رات کے کھانے میں کبھی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ صبح کا ناشتا
اور دوپہر کا کھانا تو گھر سے باہر کھانا ہی پڑتا تھا۔

طارق جمیل کا قد چھ فٹ کے لگ بھگ تھا۔ وہ ایک کمرشل بنک
میں ملازم تھا۔ اُس کی عمر چوبیس سال تھی اور وہ کرکٹ کا پیشہ ور کھلاڑی تھا۔
کرکٹ اُس کا پیشہ ہی نہیں، شوق بھی تھا۔ بچپن ہی سے اُسے اس
کھیل سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ اسکول کے بعد کالج کی سطح پر بھی
اُس نے ہر مقابلے میں حصہ لیا اور اپنے کالج کی بھرپور نمائندگی کی تھی۔
دیگر نوجوانوں کی طرح اُس نے بھی اپنے مستقبل کے لیے حسین خواب دیکھے
تھے۔ بڑی بڑی خواہشات اُس کے تصور میں ہلکورے لیا کرتی تھیں لیکن
اُس کی سب سے بڑی خواہش ٹیسٹ کرکٹ میں حصہ لے کر اپنے ملک
کی نمائندگی کرنا تھی۔

وہ ایک کھلاڑی کی حیثیت سے ہی بنک میں ملازم تھا۔ ملک
میں ہونے والے ہر بڑے مقابلے میں اُس کے بنک کی ٹیم شامل ہوتی
تھی۔ طارق جمیل کی کارکردگی اگر بہت اچھی نہیں ہوتی تھی تو بہت خراب
بھی نہیں ہوتی تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ ٹیسٹ کرکٹ تک پہنچنے کے لیے
اُسے غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ دوسری صورت یہ تھی
کہ وہ کسی سفارش کے ذریعے ٹیسٹ کرکٹ تک پہنچنے کی کوشش کرتا مگر
اُسے یہ صورت پسند نہیں تھی۔

بحیثیت ایک اوپنر کے اُس کی کارکردگی اُس کے بنک کے لیے
خاصی تسلی بخش تھی لیکن وہ اپنی کارکردگی سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکا تھا۔
اُس کی نگاہ تو فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلنے والے اُن اوپنرز پر مرکوز رہتی تھی
جو اس سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ ٹیسٹ کرکٹ میں شمولیت
کے لیے اُسے اُن سب میں نمایاں ہونا تھا۔

طارق جمیل نے پانی پی کر بوتل واپس فریج میں رکھی اور اپنی پیشانی
سے پسینے کے قطرے پونچھنے لگا۔ اس روز غضب کی گرمی پڑ رہی تھی۔
پنکھا پوری رفتار سے چل رہا تھا لیکن کمرے کے در و دیوار گویا آگ اُگل
رہے تھے۔ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے چونک کر ٹیلی فون کی
طرف دیکھا۔ پھر جلدی سے آگے بڑھ کر ریسیور اُٹھا لیا۔

"ہیلو۔" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"طارق جمیل بات کر رہے ہو؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

اُس نے فوراً ہی آواز پہچان لی۔ یہ وہی شخص تھا جس نے دو
روز قبل بھی اُسے ٹھیک اسی وقت فون کیا تھا۔ گفتگو چونکہ عجیب نوعیت
کی ہوتی تھی اس لیے وہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ وہ شخص سنجیدہ ہے یا اُس
کے کسی جاننے والے نے اُس سے مذاق کیا ہے۔

"ہاں میں طارق جمیل ہی بات کر رہا ہوں۔" اُس نے خود پر قابو پاتے
ہوئے کہا۔

"تم نے ہماری پیشکش پر غور کیا؟"

"میں نے تو تمھیں پرسوں ہی جواب دے دیا تھا۔"

"تو تم اپنے فیصلے پر اٹل ہو؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"ہاں۔" اُس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"بڑا افسوس ہوا۔" اُس شخص کی آواز آئی۔ "ہم تو سمجھے تھے کہ تم عقلمندی
کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہماری پیشکش قبول کر لو گے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ تمھاری اوپری منزل بالکل ہی خالی ہے۔ دوسرے تمھاری طرح
بے وقوف نہیں تھے۔ بہرحال اگر تم چاہو تو سوچنے کے لیے تمھیں مزید
وقت دیا جا سکتا ہے۔"

"تم اپنا اور میرا دونوں کا وقت برباد کر رہے ہو۔" طارق نے
ناگواری سے جواب دیا۔ "آئندہ مجھے فون مت کرنا۔ اگر تم نے فون کیا تو
میں تمھاری آواز سن کر مزید بات کیے بغیر ہی فون رکھ دوں گا۔"

"ٹھیک ہے دوست۔" دوسری جانب سے آواز آئی۔ "ہم نے
اپنی سی پوری کوشش کر کے دیکھ لی۔ پھر مت کہنا کہ ہم نے کوئی کسر چھوڑ
دی تھی۔ اب تیار ہو جاؤ۔"

طارق نے غصے میں ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ وہ جو بھی شخص تھا،
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے معمولات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ یہ
طارق کا معمول تھا کہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے رات کے کھانے سے فارغ
ہو کر ٹہلنے نکل جایا کرتا تھا۔ اُس کے ٹہلنے کا دورانیہ کم از کم آدھے گھنٹے
پر محیط ہوتا تھا۔

اُس نے ایک طویل سانس لی اور فلیٹ کی روشنیاں بجھاتا ہوا
باہر نکل آیا۔ فلیٹ کا بیرونی دروازہ لاک کر کے چابی اُس نے چوکھٹ
کے اوپر رکھ دی۔ باہر جاتے وقت وہ عموماً چابی وہیں رکھ جایا کرتا تھا۔
اُس کے چند قریبی دوست جو اکثر اس سے ملنے آ جاتے تھے، اس بات
سے واقف تھے کہ چابی وہاں موجود ہوتی ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر
بیٹھ جاتے تھے۔

نیچے کھلی ہوا میں پہنچ کر اُسے یوں محسوس ہوا جیسے جنت میں آ گیا
ہو۔ ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو گئی تھی۔ کبھی کبھار بجلی بھی چمک رہی تھی۔
'ممکن ہے بارش ہو جائے۔' اُس نے سوچا اور پھر بے پروائی سے شانے
جھٹک کر اُس سنسان سڑک کی طرف چل دیا جس پر وہ روزانہ ٹہلا کرتا تھا۔

اُس سڑک پر چہل قدمی کے دوران اُس کا ذہن اس فون کال میں
اُلجھا رہا۔ دو روز قبل جو ٹیلی فون موصول ہوا تھا، اُس میں اس شخص نے
پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اُس کا ایک کام کرنے کی ہامی بھرے تو وہ آئندہ
ماہ ہونے والے ورلڈ کپ کے مقابلوں میں اُس کا نام بھی شامل کرا دے
گا۔ اس کے عوض طارق کو اُس کے لیے صرف ایک معمولی سا کام کرنا ہو گا

گو کہ وہ سفارش کے ذریعے قومی ٹیم میں شامل ہونے کو سخت بُرا سمجھتا تھا لیکن اس کے باوجود یہ ممکن تھا کہ اس پیشکش پر اُس کے قدم ڈگمگا جاتے۔ ورلڈ کپ میں ملک کی نمائندگی کرنے کا تصور ہی اتنا خوش آئند تھا کہ مضبوط سے مضبوط آدمی بھی ہل سکتا تھا۔ یہ اُس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ فرسٹ کلاس میچوں میں تو وہ اب بھی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر پایا تھا لیکن اس سال ملک میں ہونے والے تمام ایک روزہ محدود اوورز کے میچوں میں بیٹنگ اوسط کے اعتبار سے وہ سرِ فہرست تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اس بار اُس کی کارکردگی اُسے ملک کی نمائندگی کرنے کا اعزاز دلوانے میں ضرور کامیاب ہو جائے گی۔ ورلڈ کپ کے مقابلوں میں اُس کا نام ضرور شامل ہوگا۔

اُس کال ہی یقین تھا جس کی بنیاد پر اُس نے سختی سے انکار کر دیا تھا۔ یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ اُس سے کیا کام لیا جائے گا۔ اُس شخص نے سوچنے کے لیے اُسے دو روز کی مہلت دی تھی مگر اُس نے یہ مہلت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے باوجود بھی اُس سے کہا گیا تھا کہ اُسے مہلت دی جا رہی ہے۔ وہ غور کرے ممکن ہے اُس کا جواب تبدیل ہو جائے ورنہ پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

طارق جمیل نے اُس فون کال کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ اُس کے نزدیک یہ امکان بہت قوی تھا کہ اُس کے کسی شناسا نے اُس سے مذاق کیا ہو۔ ایسے بہت سے لوگ ہو سکتے تھے۔ کالج کے زمانے کا کوئی دوست، بینک کا کوئی ساتھی یا پھر کسی ایسے شخص کی حرکت بھی ہو سکتی تھی جو اُس کو کامیاب نہ دیکھنا چاہتا ہو۔ اُس کے لیے اپنے دل میں مخالفانہ جذبات رکھتا ہو۔ اہمیت تو اُس نے اس کال کو اب بھی نہیں دی تھی لیکن اب وہ یہ سوچنے پر ضرور مجبور ہو گیا تھا کہ اُسے احتیاطاً یہ معاملہ زاہد علی کے گوش گزار ضرور کر دینا چاہیے۔

زاہد علی عمر میں اُس سے کافی بڑا تھا لیکن دونوں میں خاصی گہری دوستی تھی۔ اُن کی ملاقات ایک پارٹی کے دوران ہوئی تھی۔ زاہد علی مقامی پولیس میں انسپکٹر تھا۔ عام پولیس والوں کے برخلاف وہ نہ صرف فرض شناس تھا بلکہ رشوت کا بھی دشمن تھا۔ اُس کے اپنے ساتھی اُس سے سخت نالاں تھے۔ اُسے کرکٹ سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ یہی دلچسپی اُن دونوں کو قریب لانے کا باعث بن گئی تھی۔

وہ چلتے چلتے چونک پڑا۔ اپنے خیالات میں ڈوب کر آج وہ کافی دور نکل آیا تھا۔ شاید یہ اُس خنک ہوا کا بھی اثر تھا جو دن بھر کی گرمی کے بعد چلنا شروع ہوئی تھی۔ ہوا بہت زیادہ بوجھل تھی اور امکان تھا کہ بارش ضرور ہوگی۔ بجلی تو کافی دیر سے چمک ہی رہی تھی۔ اُس نے نگاہ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ اندھیرے کی دبیز چادر کے علاوہ اُسے کچھ اور نظر نہ آسکا۔ اس سنسان سڑک پر بھی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

وہ واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ کچھ تو خیالات میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے اور کچھ اس خوشگوار ہوا سے حاصل ہونے والی فرحت کی وجہ سے اُسے وقت اور فاصلے کا احساس نہیں رہا تھا مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ اگر وہ خیالات میں ڈوبا ہوا نہ ہوتا تب بھی اس فرحت انگیز ہوا میں مزید کچھ دیر ٹہلنے کو ترجیح دیتا۔

دفعتاً ہوا میں بہت زیادہ تیزی پیدا ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی بارش کے قطرے گرنا شروع ہو گئے۔ طارق جمیل نے سکون کی گہری سانس لی۔ اب شاید کافی عرصے سے پڑنے والی گرمی کا زور ٹوٹ جائے، اُس نے سوچا اور خراماں خراماں چلتا رہا۔ اُس کی رفتار میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اس سڑک پر ٹریفک برائے نام ہوا کرتا تھا۔ اس روز چونکہ شام سے ہی بادل چھائے ہوئے تھے، بارش متوقع تھی لہٰذا سڑکوں پر گاڑیاں ویسے ہی کم تھیں۔ طارق جمیل بے خیالی میں سڑک پر چلنے لگا تھا۔ بارش کے ابتدائی قطرے اُس کے جسم کو بھگو کر اُسے عجیب سے سرور میں مبتلا کر رہے تھے۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کی روح تک تازہ ہو گئی ہو۔

سامنے سے آنے والی کسی کار کی ہیڈ لائٹس اُس پر پڑیں تو وہ خیالات کی دنیا سے حقیقی دنیا کی طرف لوٹ آیا اور سڑک سے اُتر کر کنارے کنارے چلنے لگا۔ سامنے سے آنے والی کار کی ہیڈ لائٹس اُس کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر رہی تھیں۔ اُس کے اور کار کے درمیان فاصلہ تیزی سے کم ہو رہا تھا۔ اُس نے ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی سے بچنے کے لیے آنکھوں کے سامنے ہاتھ رکھ لیا۔ کار تیزی سے اُس کے نزدیک آگئی اور پھر بریک لگنے کی تیز آواز سنائی دی۔ کار رُک گئی تھی مگر انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ کار کی ہیڈ لائٹس اب بھی جل رہی تھیں اور ونڈ اسکرین پر لگے ہوئے وائپرز مسلسل چل رہے تھے۔ ڈرائیور کے برابر والی نشست خالی تھی جبکہ پچھلی نشست پر دو افراد بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ کار کے سارے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ شاید وہ ائیر کنڈیشنڈ کار تھی۔

طارق جمیل کی رفتار مزید سست ہو گئی۔ اُس نے سرسری نظروں سے کار کی طرف دیکھا مگر چند ہی لمحے قبل آنکھوں پر تیز روشنی پڑنے کے باعث اب تاریکی میں کھڑی کار اُسے صاف نظر نہ آسکی لیکن اُس نے

یارک شائر سے تعلق رکھنے والے کرکٹ کے دو شیدا ٹیسٹ میچ دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو اچانک یاد آیا کہ وہ اپنا پرس گھر بھول آیا ہے۔ اس نے اپنے ساتھی کو پرس لینے کے لیے بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہانپتا کانپتا واپس آیا: "باب... تمہارے لیے بُری خبر ہے۔"
اس نے کہا: "تمہاری بیوی گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے اور تمہارا مکان جل کر خاک ہو گیا ہے۔"
"میاں اس سے بھی بُری خبر ہے بیار سے۔ بائیکاٹ آؤٹ ہو گیا ہے۔"

محسوس کیا تھا کہ کار کا عقبی دروازہ کھولا گیا ہے۔ وہ ایک لمحے کے لیے رکا پھر وہ آگے بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً ٹھٹک کر رہ گیا۔ کار سے اُسے مخاطب کیا گیا تھا۔

"طارق جمیل آپ ہی ہیں؟" پچھلے دروازے سے ایک طویل القامت شخص نے برآمد ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں!" اُس نے استعجابیہ انداز میں جواب دیا۔ اُس شخص کی آواز اُسے ذرا بھی شناسا محسوس نہیں ہوئی تھی۔ رہا چہرہ تو وہ اُسے دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ "مگر آپ کون ہیں؟" اُس نے جواباً سوال کیا۔

"آپ بارش میں بھیگ جائیں گے۔" طویل القامت شخص نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔ "کار میں تشریف لے آئیے۔"

طارق جمیل آگے بڑھ کر اُس شخص کے نزدیک پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اُس کے جسم میں سنسنی کی ایک لہر سی دوڑ گئی کہ اس شخص نے منہ پر رومال باندھ رکھا تھا اور اُس کے ہاتھ میں کوئی آتشیں ہتھیار تھا جس کی خوف ناک نال طارق جمیل کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ یہ یقین نہ کر سکا کہ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا یا پستول۔

"یہ کک... کیا مطلب؟" اُس کے منہ سے نکلا۔

"کار میں بیٹھ جاؤ۔" طویل القامت شخص نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اب اُس کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ وہ چپ چاپ آگے بڑھا اور کار کے کھلے ہوئے دروازے سے گزر کر پچھلی نشست پر بیٹھ گیا جہاں پہلے سے ہی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے بھی اپنا چہرہ رومال میں چھپا رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں بھی ایک ریوالور نظر آ رہا تھا۔ طارق کے بیٹھنے کے بعد طویل القامت شخص بھی کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ اب طارق اُن دونوں نقاب پوش مسلح افراد کے درمیان بیٹھا تھا۔ طویل القامت شخص نے اپنی جانب والا دروازہ بند کیا اور کار ایک ہلکے سے دھچکے سے آگے بڑھ گئی۔

"تت... تم لوگ کون ہو؟" طارق جمیل نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"خاموش بیٹھے رہو۔" طویل القامت شخص نے درشت لہجے میں کہا۔ اُس کے دونوں ساتھی ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں بولے تھے۔

طارق جمیل حیران تھا۔ اُس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جواب دینے ہی والی تھی کہ معاً اُس کے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ اُسے وہ فون کال یاد آ گئی تھی جس میں اُسے دھمکی دی گئی تھی۔ تو کیا یہ کارروائی انھی لوگوں کی طرف سے کی گئی ہے؟ اُس نے سوچا اور پھر وہ ان لوگوں سے یہ سوال کرنے سے باز نہ رہ سکا۔

"تم سے کہا گیا تھا کہ خاموش بیٹھو لیکن تم شاید یوں نہیں مانو گے۔" طویل القامت شخص نے ناگواری سے کہا پھر اپنے ساتھی سے مخاطب ہوا۔ "میرے خیال میں اسے ایک ڈوز دے ہی دو۔"

طارق جمیل اُس کے الفاظ پر بوکھلا گیا۔ پتا نہیں ڈوز سے اُن کی کیا مراد تھی لیکن جلد ہی مطلب اُس کی سمجھ میں آ گیا۔ دوسرے شخص نے ایک شیشی اُس کی طرف بڑھائی۔

"ذرا دیکھنا تو یہ کیا ہے؟" اُس نے کہا۔

طارق اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اُس شخص نے ہاتھ اوپر اُٹھایا اور شیشی طارق کی ناک سے جا لگی۔ اُس نے سر پیچھے ہٹانے کی کوشش کی مگر دیر ہو چکی تھی۔ اُس کا سر سیٹ کی پشت گاہ سے جا لگا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

بارش تیز ہو گئی تھی۔ کار شہید ملت روڈ پر تیزی سے دوڑتی ہوئی شارع فیصل تک پہنچی اور بائیں جانب مُڑ کر شارع فیصل پر فراٹے بھرنے لگی۔ کار میں مکمل سکوت چھایا ہوا تھا۔

■

طارق نے کراہ کر کروٹ لی اور آنکھیں کھول دیں۔ اُسے ماحول میں اجنبیت سی محسوس ہوئی۔ چند لمحوں تک تو اُس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا پھر اچانک ہی وہ اُچھل کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ وہ ایک آراستہ و پیراستہ خواب گاہ تھی۔ خواب گاہ کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور کھڑکیوں سے باہر نیلا آسمان صاف نظر آ رہا تھا۔ فضا پرندوں کی چہچہاہٹ سے گونج رہی تھی۔

طارق نے حیرت سے دیکھا۔ اُس کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا جو بلاشبہ اُس کا اپنا تھا لیکن خواب گاہ اُس کی نہیں تھی۔ تو کیا وہ کسی کی قید میں تھا؟ یقیناً ایسا ہی تھا مگر کھلی ہوئی کھڑکیاں اس کے اس خیال کی نفی کر رہی تھیں۔ اگر وہ قید میں ہوتا تو کھڑکیاں بند ہوتیں۔

وہ بیڈ سے اُتر آیا۔ فرش پر اُس کے سلیپر رکھے ہوئے تھے۔ وہ حیران رہ گیا۔ جس وقت اُسے اغوا کیا گیا نہ تو اُس کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا اور نہ ہی اُس کے پیروں میں سلیپر تھے۔ پھر یہ چیزیں کہاں سے آ گئیں؟ اُس کے علاوہ اور کوئی بات سوچی ہی نہیں جا سکتی تھی کہ وہ لوگ یہ چیزیں اُس کے فلیٹ سے نکال کر لائے ہیں۔

اُس نے سلیپر پہنے اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کا ہینڈل گھمانے پر پتا چلا کہ دروازہ تو مقفل ہے۔ اُس نے پلٹ کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ بات اُس کی سمجھ سے باہر تھی۔ اگر اُسے قید رکھنا مقصود تھا تو کھڑکیاں اُس کے لیے نہایت آسان ذریعۂ فرار بن سکتی تھیں اور اگر قید نہیں رکھنا تھا تو دروازہ مقفل کرنے کی کیا تُک تھی۔

اُس نے زیادہ غور کرنے کی زحمت نہیں کی اور فرار ہونے کے ارادے سے کھڑکی تک پہنچ گیا۔ کھڑکی سے باہر نظر آنے والے منظر نے اُسے مسحور کر دیا۔ حدِ نگاہ تک ہریالی ہی ہریالی بکھری ہوئی تھی۔ آم کے درختوں کے جھنڈ سے نگاہ کا گزر نا محال تھا۔

وہ ساکت کھڑا رہ گیا۔ اُس کی نگاہوں کے سامنے آم کے باغات تھے اور آم کے باغات کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ سرے سے شہر میں ہی نہیں ہے۔ گویا اغوا کرنے والے اُسے شہر سے باہر لے آئے تھے لیکن کیوں... ؟ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اُس کی نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگا۔ صبح کا وقت تھا۔ سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ طارق اگرچہ اسی وقت

اُٹھنے کا عادی تھا لیکن شہر میں تو اُسے اُٹھنے کے بعد تارکول کی سیاہ سڑک ہی دیکھنے کو ملتی تھی۔ یہ ہریالی بھلا شہروں میں کہاں میسر آسکتی تھی۔ وہ مبہوت سا کھڑا اس روح خوش کن منظر کو دیکھتا رہا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان درختوں سے تازگی کی لہریں خارج ہو رہی ہیں جو اس کی آنکھوں کے راستے اس کے جسم میں داخل ہو کر مشامِ جاں کے ہر ذرّے کو تر و تازگی بخش رہی ہوں۔

دفعتاً وہ چونک پڑا۔ اُسے اپنی پوزیشن کا خیال آگیا تھا۔ وہ نامعلوم افراد کی قید میں تھا اور اس کا سب سے پہلا کام ان لوگوں کی قید سے رہا ہونا تھا۔ اس نے کھڑکی کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھے اور آگے کی جانب جھک آیا اور تب اُسے پتا چلا کہ اُن لوگوں نے اس سلسلے میں بے پروائی کیوں برتی تھی۔ وہ اوپری منزل پر تھا۔ نیچے وسیع کمپاؤنڈ تھا جس کے احاطے کی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ ان پر چڑھنا آسان نہیں تھا اور سب سے بڑھ کر وہ خوفناک کتے تھے جو کمپاؤنڈ میں آزاد گھوم رہے تھے۔

طارق نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی اور کھڑکی سے پیچھے ہٹ آیا۔ وہ اس سلسلے میں اپنے ذہن کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس کے لیے یہی بات کچھ کم نہیں تھی کہ اُن لوگوں نے اب تک اُسے کوئی گزند نہیں پہنچائی تھی۔ اُس کے خیال میں وہ اس کے دشمن ضرور تھے لیکن اُس کی جان لینا اُن کا مقصد نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اُسے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اُس سنسان سڑک پر وہ اُسے بہ آسانی ختم کر سکتے تھے، کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو پاتی۔

وہ بے پروائی سے کشادہ خواب گاہ کے وسط میں آیا اور اپنے معمول کی ورزشوں میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ پتلون قمیص میں ملبوس دو تنومند نقاب پوش آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے۔ اُن کی پتلونوں کی جیبیں اُبھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ وہ یقیناً مسلح تھے اور اُن کے ہاتھ جیبوں سے نزدیک تر تھے۔ گویا وہ ضرورت پڑنے پر فوراً ہی ریوالور نکال سکتے تھے۔ طارق نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا۔ اُس کا پورا جسم پسینے میں تر دکھائی دے رہا تھا۔

"تم کھڑکی سے جھانک کر دیکھ چکے ہو گے۔" اُن میں سے ایک شخص بولا۔ "تمھارا یہاں سے فرار ہونا ناممکن ہے۔"

"اور اس کے باوجود تم نے کوئی حماقت کرنے کی کوشش کی تو تمھیں درجنوں مسلح افراد سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔" دوسرا شخص بولا۔

"ہمارا مقصد تمھیں خوفزدہ کرنا نہیں ہے۔" پہلے نے کہا۔ "بلکہ ہم تمھیں متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر تم نے ...."

"یہ سب باتیں میں بھی سمجھتا ہوں۔" طارق نے اس کی بات کاٹ دی۔ "تم اپنی آمد کا مقصد بتاؤ۔"

اس طرح بات کاٹے جانے پر ان دونوں ہی کی آنکھوں میں

ایک بیٹس مین نے لنچ کے وقفے میں خوب پی۔ پھر وہ کپتان کے پاس لڑکھڑاتا ہوا پہنچا۔ "میں نشے میں ہوں دوست۔" اس نے اعتراف کیا۔ "مجھے ہر چیز ایک کے بجائے تین تین نظر آ رہی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" کپتان نے اُسے سمجھایا۔ "جب تین گیندیں تمھاری طرف آئیں تو تم بیچ والی گیند کو ہٹ کرنا۔"

بیٹس مین کھیلنے گیا اور پہلی ہی گیند پر بولڈ ہو گیا۔ وہ واپس آیا تو برافروختہ کپتان نے دریافت کیا۔ "ہوا کیا تھا؟ کیا تم نے درمیانی گیند کو ہٹ نہیں کیا تھا؟"

"کیا تھا۔" بیٹس مین نے جواب دیا۔ "دشواری یہ ہوئی کہ میں نے اُسے تین بلّوں میں سے کنارے والے بلّے سے ہٹ کیا تھا۔"

جونز اپنی بیوی کو کرکٹ میچ دکھانے لے گیا۔ اس کی بیوی شدت سے بور ہوتی رہی۔ پھر ایک بیٹس مین نے زوردار شارٹ کھیلا اور گیند میدان کے باہر گئی۔ اس کی بیوی نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے اس بلا سے جان چھوٹی۔ اب ہم گھر جا سکتے ہیں۔"

غصے کی جھلکیاں دکھائی دی تھیں لیکن اُنھوں نے کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔ "مادام ایک گھنٹے بعد تم سے ملاقات کریں گی۔" اُس شخص نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا جس کی بات کاٹی گئی تھی۔ "تم آدھے گھنٹے میں تیار ہو جاؤ۔ آدھے گھنٹے بعد تمھیں ناشتا بھجوا دیا جائے گا۔"

"مادام!" اُس نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔ "کون مادام؟"

"باتوں میں وقت ضائع مت کرو۔" اُس شخص نے خشک لہجے میں کہا۔ "جو کہا گیا ہے اُس پر عمل کرو۔"

"لیکن میں تیاری کیا کروں گا۔ میرے پاس تو یہی ایک لباس ہے جو اس وقت میرے جسم پر موجود ہے اور یہ پسینے میں تر ہو رہا ہے۔"

"تھوڑی سی زحمت کر کے خود ہی تلاش کر لو۔" اُس شخص نے ہاتھ سے دیوار گیر الماری کی طرف اشارہ کیا پھر وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔ طارق نے دروازہ مقفل کیے جانے کی آواز سنی۔

اُن کے چلے جانے کے بعد وہ اُس الماری کی طرف بڑھا اور پھر الماری کھولتے ہی اُسے حیرت کے ایک شدید جھٹکے کا سامنا کرنا پڑا۔ اُسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اُس نے اپنی الماری کھول لی ہو۔ الماری میں موجود سارے ملبوسات اُس کے اپنے تھے اور ان کی یہاں موجودگی کا مطلب تھا کہ اب فلیٹ میں اُس کی الماری میں کپڑوں کا ایک جوڑا

بھی نہیں بچا ہوگا۔ اُسے پہلی بار شدید خوف کا احساس ہوا۔ اب تک اُسے حالات کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔ اب یہ بات اُس کی سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ کسی بہت منظم گروہ کے ہاتھوں میں پڑ گیا ہے۔ یہ وہی لوگ معلوم ہوتے تھے جن کی جانب سے اُسے فون پر دھمکی دی گئی تھی۔ اُسے احساس ہوا کہ اُن کی بات نہ مان کر اُس نے سخت حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ اگر اُس نے اُن کی بات مان لی ہوتی تو یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا۔ اُنھوں نے یہی تو کہا تھا کہ اُسے ٹیسٹ ٹیم میں شامل کرا دیں گے اور اس کے عوض اُسے اُن کا محض ایک چھوٹا سا کام کرنا پڑے گا۔ اُس نے تو یہ تک پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی کہ اُس سے کیا کام لیا جائے گا۔ اُس نے بیٹھے بٹھائے یہ مصیبت مول لے لی تھی، نہ صرف مصیبت مول لی تھی بلکہ ملک کی نمائندگی کرنے کا ایک سنہرا موقع بھی خود اپنے ہی ہاتھوں سے گنوا دیا تھا۔ اب خدا جانے یہ لوگ اُس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔

اُس نے سر جھٹک کر اپنے پریشان کن خیالات سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی اور کپڑوں کا ایک جوڑا منتخب کر کے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

اُن لوگوں نے اپنے کہنے کے مطابق ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ناشتا اُس کے کمرے میں بھجوا دیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہی دونوں نقاب پوش آ گئے۔

"تم تیار ہو گئے؟" اُن میں سے ایک نے کہا۔ "مادام تمھیں یاد کر رہی ہیں۔"

"ہاں، میں تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا۔" طارق نے جواب دیا۔ "کیا ہمیں مادام سے ملنے کہیں دور جانا پڑے گا؟"

"تم حد سے زیادہ بولنے کے عادی معلوم ہوتے ہو۔" نقاب پوش نے اُسے گھورا۔ "مادام یہیں عمارت میں ہی موجود ہیں۔ چلو۔" اُس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

طارق اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُن دونوں نے ایک جانب ہٹ کر اُسے گزرنے کا راستہ دیا۔ طارق دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اُس کے پیچھے چند قدم کے فاصلے پر چل رہے تھے

عمارت خاصی بڑی معلوم ہو رہی تھی۔ کئی راہداریوں سے گزر کر اور زینوں سے اُتر کر وہ نچلی منزل پر پہنچے۔ پھر اُن کی ہدایت پر ایک دروازے کے سامنے طارق رُک گیا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔" اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ "میں مادام سے اجازت طلب کرتا ہوں۔" وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ پھر چند ہی لمحوں بعد وہ دروازے سے دوبارہ نمودار ہوا۔ "چلو! مادام تمھیں بلا رہی ہیں۔" اُس نے کہا۔

طارق جمیل دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ وہ لوگ جس احترام سے مادام کا تذکرہ کر رہے تھے، اُس سے طارق نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ اُن کی سربراہ ہو گی اور غالباً طارق کی اُس سے ملاقات فیصلہ کن ثابت ہو گی۔ اُسے یقین تھا کہ ان پُراسرار فون کالوں اور ان لوگوں میں ضرور کوئی ربط ہے ورنہ اُس کی کسی سے بھی دشمنی نہیں تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ مزید ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر کے حالات کو بگاڑے گا نہیں۔ جو لوگ اتنے منظم انداز میں اُسے اغوا کر سکتے تھے اگر اُسے قتل کر دیتے تو کسی کو کانوں کان پتا بھی نہ چل پاتا، وہ اپنی تمام تر تمناؤں اور حسرتوں سمیت اس دنیا سے رخصت ہو جاتا۔ وہ اصول پسند ضرور تھا مگر انتہا پسند نہیں تھا۔ اپنی جان خطرے میں ڈالنا اُسے ہرگز بھی گوارا نہیں تھا۔ اُس نے اُن لوگوں کی قوت دیکھ لی تھی اور فیصلہ کر لیا تھا کہ اُن کی بات مان لے گا۔ اسی میں عافیت بھی تھی اور عقلمندی کا تقاضا بھی یہی تھا۔

اُس نے ایک ہی لمحے میں یہ سب کچھ سوچا اور مطمئن ہو گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر طارق نے دیکھا کہ سیاہ لباس میں ملبوس ایک عورت دیوار کی طرف منہ کیے کھڑی ہے۔ دروازے کی طرف اُس کی پشت تھی، اس لیے وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُس کی عمر کیا رہی ہو گی۔ اس ہال نما کمرے میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر تھا لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ چھت پر پنکھا موجود نہیں تھا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے وہاں دو بڑے سائز کے پیڈسٹل فین رکھے تھے جو پوری رفتار سے چل رہے تھے اور اُن دونوں کا رُخ اُس عورت کی طرف تھا۔

طارق کے منکر نکیر بھی اُس کے عقب میں اندر داخل ہوئے تھے اور اُس سے چند ہی قدم پیچھے اُس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے تھے۔ کمرے میں اُن چاروں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

"قیدی حاضر ہے مادام۔" طارق کے عقب سے ایک نقاب پوش نے بہ آوازِ بلند کہا۔

طارق اُس عورت پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ نقاب پوش کی آواز سُن کر وہ آہستگی سے طارق کی جانب مُڑی۔ اُسے دیکھ کر طارق کو سکتہ سا ہو گیا۔ اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بات ہی ناقابلِ یقین...

اُس کے بارے میں طارق نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ کوئی ادھیڑ عمر عورت ہو گی لیکن وہ تو ایک نوجوان لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ اُس کی عمر مشکل سے بیس سال تھی اور وہ بلا کی حسین تھی۔ لباس کی مناسبت سے سیاہ رنگ کا اسکارف اُس کی گردن سے لپٹا ہوا تھا۔ کانوں میں ایسے ڈیزائن کے بُندے تھے جنھیں دیکھ کر بحری جہاز کا لنگر یاد آتا تھا۔ بال پیڈسٹل فین کی تیز ہوا کی وجہ سے اُڑ رہے تھے، دونوں ہاتھ پشت کی جانب تھے۔ اُس کے انداز میں بڑی تمکنت تھی۔ اس سے قبل طارق نے کسی لڑکی میں اتنی دلکشی اس قدر سیکس اپیل نہیں دیکھی تھی۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ لڑکی کوئی طاقت ور مقناطیس ہو اور خود وہ لوہے کا ایک حقیر سا ذرہ ...

لڑکی بڑے غور سے طارق کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو دیکھ رہی تھی۔ اُس کی حسین غزالی آنکھوں میں دلچسپی کی ہلکی سی چمک تھی جسے بغور دیکھنے پر ہی محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"مستقبل کے عظیم کرکٹر کو خوش آمدید کہتے ہوئے میں خود کو بہت

خوش قسمت محسوس کر رہی ہوں۔" مادام کے لب ہلے۔ اس کی سُریلی آواز نے کمرے پر مسلط سکوت کو نغمہ ریز کر دیا تھا۔

طارق نے بمشکل تمام خود پر قابو پایا۔ اپنی کیفیات پر حاوی آنے کے لیے اُسے مادام کی طرف سے نظریں بھی ہٹانی پڑی تھیں۔ اُسے خود پر غصہ آ گیا۔ وہ یہاں خیرسگالی کے دورے پر نہیں آیا تھا۔ اُسے بالجبر یہاں لایا گیا تھا۔ جس گروہ نے اُسے اغوا کیا تھا، سامنے موجود ہستی اُس گروہ کی سربراہ تھی۔ اُس کا حسن اپنی جگہ لیکن وہ بہرحال اُس کی دشمن تھی۔ ہر ناگن حسین ہوتی ہے تو کیا آدمی کسی ناگن کے حسن سے مسحور ہو کر اُسے اس بات کی اجازت دے دے گا کہ وہ اُسے ڈس لے۔ یقیناً نہیں... تو پھر اُسے خود پر قابو رکھنا چاہیے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اُس کے مقابل ایک خوبصورت ناگن ہے جو کسی بھی وقت اُسے ڈس سکتی ہے۔

طارق نے دوبارہ مادام کی طرف دیکھا۔ اس بار اُس کا حسن طارق پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ طارق نے خاصی طمانیت محسوس کی۔ اُس کے سامنے موجود ناگن کے حسن کا جادو اُس پر اثر انداز نہیں ہو سکا تھا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اُس نے مقابلے کا پہلا راؤنڈ جیت لیا ہو۔ اُس نے اپنے سراپا میں اعتماد کی نئی لہریں دوڑتی محسوس کیں۔

"ان ریوالوروں کے بل پر۔" اُس نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہم پر طنز مت کرو مستقبل کے عظیم کرکٹر۔" وہ افسردگی سے بولی۔ "ہماری مجبوریوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"اگر تم مجبور ہو تو میں اپنے آپ کو کیا سمجھوں۔" طارق نے کہا۔ اُس کا لہجہ اب بھی طنزیہ ہی تھا۔

"ہماری مجبوری یہ ہے کہ تم نے بخوشی ہمارا مہمان بننا قبول نہیں کیا۔ یہ ریوالور بردار لوگ صرف احتیاط کے پیشِ نظر ہیں۔"

"کیا میں یہاں اپنی موجودگی کا مقصد پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہاں۔" مادام طویل سانس لے کر بولی پھر وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی اور پھر اُس سے مخاطب ہوئی۔ "تم بھی بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ۔" طارق آگے بڑھ کر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ اُس کی نظریں سوالیہ انداز میں مادام پر جمی ہوئی تھیں۔ دونوں ریوالور بردار شخص اپنی جگہوں پر کھڑے رہے تھے۔

"ہم نے ٹیلی فون پر تمھیں ایک پیشکش کی تھی۔ پتا نہیں کیوں تم نے وہ پیشکش مسترد کر دی حالانکہ وہ سراسر فائدے کا سودا تھا۔"

"اوہ! تو وہ پیشکش تم لوگوں کی طرف سے تھی۔" طارق نے بظاہر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور تمھارا صاف جواب سُن کر ہم گہرے صدمے سے دوچار ہوئے تھے۔" مادام معصومیت بھرے لہجے میں بولی۔

"تمھارا طریقۂ کار تھا ہی غلط۔" طارق نے کہا۔ "اوّل تو میں نے اسے ایک مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی اور اگر میں اسے کوئی

نوجوان بیٹسمین کھیلنے کے لیے جاتے ہوئے بہت زیادہ نروس تھا۔ وہ پویلین کی سیڑھیوں سے اُتر رہا تھا کہ ایک تماشائی نے اُسے مخاطب کیا۔ "سُنیں، میں نے آپ پر شرط لگائی ہے۔"

"اوہ۔" بیٹسمین کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ "آج شاید میں صفر پر آؤٹ ہو جاؤں۔" اس نے کہا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" تماشائی نے کہا۔ "میں نے بھی تو شرط لگائی ہے۔"

سنجیدہ پیشکش سمجھتا تب بھی مجھے یہ کیسے پتا چلتا کہ میں کن لوگوں سے معاملہ کر رہا ہوں۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔" مادام نے بڑے خلوص سے کہا۔ "اب تو تمھیں پتا چل گیا۔ اب تو تم تیار ہو؟"

"نہیں۔" طارق نے بڑے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ "میرے نزدیک سفارش ایک غلط چیز ہے۔ تمھاری بات ماننے کی صورت میں مجھے اپنا یہ اصول قربان کرنا پڑے گا۔"

مادام نے اُسے غور سے دیکھا۔ "کیا تم اس سلسلے میں کوئی شرط پیش کرنا چاہتے ہو؟"

طارق اُس کی ذہانت پر اش اش کر اُٹھا۔ اُس کے ذہن میں ایک ایسا طریقہ موجود تھا جس پر عمل کر کے وہ خود کو اُن کی بات ماننے سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔ اُس نے ابھی یہ بات زبان سے نہیں کہی تھی مگر مادام نے یہ بات بھانپ لی تھی۔ "ہاں... میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" اُس نے کہا۔ "اگر تمھارے لیے قابلِ قبول ہو تو مجھے تمھاری بات ماننے میں کوئی تامل نہ ہو گا۔"

"بلا جھجک بتاؤ۔" مادام مضطربانہ انداز میں بولی۔ "تمھاری رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہم ہر شرط ماننے کو تیار ہیں۔"

"تمھیں معلوم ہو گا کہ مغربی ممالک میں جب کسی چیز پر دو آدمیوں کا جھگڑا ہو تو وہ کیا کرتے ہیں؟"

"ٹاس کر لیتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"نہیں۔" طارق نے نفی میں سر ہلایا۔

"قرعہ اندازی کے ذریعے بھی فیصلہ ہو سکتا ہے۔" مادام نے کہا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔" طارق بولا۔ "میرا اشارہ اُس طریقے کی طرف ہے جو اُس وقت استعمال ہوتا ہے جب جھگڑا کسی لڑکی کے لیے ہو۔"

"اوہ!" مادام کی خوبصورت پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ "تم ڈوئل کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔" طارق نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "میں ڈوئل ہی کی بات کر رہا ہوں۔"

"لیکن ہماری معلومات کے مطابق تو تم اسلحے کے استعمال سے

"نا واقف ہو؟" مادام اُسے گھورتے ہوئے بولی۔ "ڈوئل تم کیا خاک لڑو گے؟"

"میں اُس فیلڈ میں ڈوئل لڑنا چاہتا ہوں جس کا میں ماہر ہوں۔"

"اوہ۔ یہ تو ہماری معلومات میں اضافہ ہے۔" مادام حیرت سے بولی۔ "خیر تم بتاؤ، ہم تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔"

"تمہارا کوئی آدمی مجھے سنگل وکٹ میں شکست دے دے۔"

مادام کی جبیں شکن آلود ہو گئی۔ "تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ ہمارے پاس کرکٹ کھیلنے والا کوئی آدمی نہیں ہو گا لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے اور یہ سمجھ لو کہ اگر تم اس مقابلے میں ہار گئے تو تمہارے لیے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جائے گی۔"

"میں انکار کروں گا بھی نہیں۔ اس لیے کہ اس صورت میں کم از کم میرا ضمیر تو مطمئن ہو جائے گا۔" طارق نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے سر کو اثباتی جنبش دی اور کمرے میں موجود دونوں افراد سے مخاطب ہوئی۔ "ڈینیل کو بلاؤ۔"

ان میں سے ایک ڈینیل کو بلانے چلا گیا۔ ڈینیل کے آنے تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی اور جب ڈینیل کمرے میں داخل ہوا تو اُسے دیکھ کر طارق کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ اُس کے چہرے پر بھی دوسروں کی طرح نقاب تھی لیکن اُس کا قد چھ فٹ چار انچ سے کسی بھی طرح کم نہیں تھا۔ اگر وہ کرکٹر تھا تو بلا شبہ فاسٹ باؤلر رہا ہو گا۔ اُس کے ہاتھ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ سیاہ فام ہے۔

وہ مادام کے سامنے آ کر رُکا اور مؤدبانہ انداز میں خم ہو کر بولا۔ "کیا حکم ہے مادام؟" وہ انگریزی میں بولا تھا۔

جواب میں مادام نے اُسے اپنے اور طارق کے درمیان ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا پھر اُس سے بولی۔ "کیا تم یہ مقابلہ کرنے کو تیار ہو؟"

ڈینیل کی چمکدار آنکھیں طارق پر مرکوز ہو گئیں۔ "بہت خوب!" اُس نے دلچسپی سے کہا۔ "میں یہ مقابلہ کرنے کو تیار ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان اس مقابلے کے قوانین پہلے سے طے کر لیے جائیں۔"

"یہ مقابلہ انھی قوانین کے تحت ہو گا جو سنگل وکٹ کرکٹ چیمپئن شپ کے مقابلوں کے لیے رائج ہیں۔" طارق نے جواب دیا۔

"مقابلہ کتنے اوورز پر مشتمل ہو گا؟" ڈینیل نے پوچھا۔

"ہر کھلاڑی پانچ اوور کرائے گا اور پانچ اوور کھیلے گا۔ ہر دفعہ آؤٹ ہونے پر پانچ رن گھٹائے جائیں گے۔"

"ایک شرط میری بھی ہے۔" ڈینیل مادام کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "چونکہ یہ کوئی عام مقابلہ نہیں ہے بلکہ ڈوئل کے نام پر کیا جا رہا ہے لہٰذا اس میں کسی کھلاڑی کو پیڈ، ہیلمٹ اور بیٹنگ گلوز وغیرہ پہننے کی اجازت نہیں ہو گی۔"

"تمہاری بات معقول ہے۔" مادام نے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟" اُس نے طارق کی طرف دیکھا۔

"لیکن یہ چیزیں تو کھیل کا ایک حصہ ہیں۔" طارق نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"ڈینیل کا کہنا ہے کہ ڈوئل میں حفاظتی چیزیں استعمال نہیں ہونا چاہئیں اور میرے خیال میں اس کی بات مناسب ہے۔"

طارق خاموش ہو گیا۔ اُس کے پاس کوئی اور چارہ بھی تو نہیں تھا۔ اس مقابلے کی تجویز بھی اُسی نے پیش کی تھی اور ڈوئل کا حوالہ بھی اُسی نے دیا تھا لہٰذا اب تو بھگتنا ہی تھا۔

"مجھے منظور ہے۔" بالآخر اُس نے طویل سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آج شام چار بجے تم دونوں کے درمیان مقابلہ ہو گا۔ اگر تم جیت گئے تو ہم اپنی بات پر زور نہیں دیں گے لیکن اس کے بعد بھی اگر تم اپنی خوشی سے ہمارے ساتھ شریک ہونا چاہو تو تمھیں اختیار ہو گا اور اگر تم ہار گئے تو ہماری بات ماننے کے پابند ہو گے۔" مادام نے کہا۔ "اب تم جا سکتے ہو اور پونے چار بجے تیار رہنا۔ ہر چیز تمھیں خواب گاہ میں ہی مل جائے گی۔"

انسپکٹر زاہد اپنے آفس میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اُس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیوار گیر کلاک کی طرف نگاہ ڈالی۔ نو بجنے میں دو منٹ باقی تھے۔

"انسپکٹر زاہد اسپیکنگ۔" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں صابر بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے ایک گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "طارق کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ وہ اپنے فلیٹ سے غائب ہے۔"

"کون طارق؟" انسپکٹر زاہد نے سوال کیا۔

"طارق۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "جو آپ کا دوست بھی ہے اور مشہور کرکٹر بھی۔"

"آپ کون صاحب ہیں اور کہاں سے بات کر رہے ہیں؟"

"میرا نام صابر ہے۔ ایک مقامی ہفت روزے میں اسپورٹس کا کالم لکھتا ہوں۔ آپ سے میری ایک ملاقات بھی ہو چکی ہے طارق کے فلیٹ پر اور اس وقت بھی میں طارق کے فلیٹ سے ہی بات کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کو پہچان گیا صابر صاحب۔ اب آپ فون بند کر دیجیے۔"

"کیا آپ آ رہے ہیں؟"

"میں نے عرض کیا آپ فون بند کر دیجیے۔" زاہد کے لہجے میں ہلکا سا تحکم تھا۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ زاہد نے ہاتھ سے کریڈل دبایا اور پھر ریسیور میں ڈائلنگ ٹون سن کر اُس نے کوئی نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف سے پہلی ہی گھنٹی بجنے پر ریسیور اُٹھا لیا گیا۔ "ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون صاحب بات کر رہے ہیں؟" زاہد نے پوچھا۔

"میں صابر ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"انسپکٹر زاہد۔" اس نے کہا۔ "آپ وہیں ٹھہریں، میں تھوڑی دیر میں پہنچ رہا ہوں۔" اس نے فون بند کیا اور بڑی عجلت میں روانہ ہو گیا۔

پندرہ منٹ بعد وہ طارق کے فلیٹ کی گھنٹی بجا رہا تھا۔ دروازہ صابر نے کھولا تھا۔

"آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ غائب ہو گیا ہے؟" زاہد نے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میں آپ کو تفصیل سے بتاتا ہوں۔" صابر نے کہا۔ "طارق اس سال ہونے والے ایک روزہ کرکٹ مقابلوں میں بیٹنگ اوسط کے اعتبار سے سرفہرست رہا ہے۔ اس سے میرے ویسے بھی کافی عرصے سے تعلقات ہیں۔ میں اس کے بارے میں کافی باتیں تو ویسے ہی جانتا ہوں۔ اس بار کھیلوں کے صفحے پر اس کا انٹرویو چھاپنے کا پروگرام تھا۔ انٹرویو کے ساتھ ہی اس کی کچھ تصاویر بھی چھاپنا تھیں۔ میں نے اس سے اس سلسلے میں کل وقت مانگا تھا۔ اس نے مجھے کل رات ساڑھے نو بجے کا وقت دیا تھا۔ میں کل رات وقت مقررہ پر یہاں پہنچ گیا لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ میرے یہاں پہنچنے کے فوراً بعد ہی بارش شروع ہو گئی۔ پہلے تو میں بہت دیر تک اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ نہیں آیا تو میں بیڈ پر لیٹ گیا۔ پھر پتا نہیں کس وقت میری آنکھ لگ گئی۔ صبح آٹھ بجے کے بعد میں اٹھا ہوں اور وہ اس وقت تک نہیں آیا تھا۔ میں بہت پریشان ہوا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کروں۔ کافی سوچ بچار کے بعد آپ کا خیال آیا۔ پہلے میں نے آپ کے گھر فون کیا تو معلوم ہوا کہ آپ آفس کے لیے نکل چکے ہیں۔ چنانچہ میں نے آپ کو اطلاع کر دی۔"

"اگر وہ گھر پر موجود نہیں تھا تو سوال یہ ہے کہ آپ اس کے فلیٹ میں داخل کیسے ہوئے؟" انسپکٹر زاہد نے سوال کیا۔

"یہ بات تو آپ کو بھی معلوم ہو گی کہ وہ شام کے وقت گھر سے باہر جاتے ہوئے چابی چوکھٹ پر رکھ جاتا ہے۔ میں اسی چابی سے دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ وہ جلد ہی واپس آنے کے ارادے سے گھر سے نکلا تھا ورنہ چابی کیوں چھوڑ کر جاتا۔" زاہد متفکرانہ انداز میں بولا۔

"جی ہاں، میرا بھی یہی خیال ہے۔" صابر نے جلدی سے کہا۔ "لیکن اگر ایسی بات تھی تو اس کے کپڑے تو موجود ہونے چاہئیں تھے۔"

"کیا مطلب؟" زاہد نے حیران ہو کر پوچھا۔ "اس کے کپڑے کہاں گئے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم... لیکن الماری میں اس کے کپڑے موجود نہیں ہیں۔ صبح جب میں نے الماری کھولی تو اسے خالی دیکھ کر پہلے تو میں یہی سمجھا تھا کہ شاید طارق کو جلدی میں کہیں جانا پڑ گیا ہو اور چونکہ اس نے مجھے پہلے سے وقت دے رکھا تھا اس لیے چابی یہیں چھوڑ گیا ہو گا لیکن اس کے فوراً بعد ہی میرے اس خیال کی تردید ہو گئی۔ اس کے

دونوں سوٹ کیس فلیٹ میں ہی موجود ہیں۔ اگر اُسے کہیں جانا تھا تو کپڑے سوٹ کیس میں ڈال کر لے جاتا۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے کپڑے شاپنگ بیگ میں بھر کر لے گیا ہو۔"

"بڑی حیران کن صورتِ حال ہے۔" انسپکٹر زاہد بڑبڑایا۔ پھر اُس نے آگے بڑھ کر ملبوسات کی الماری کھولی۔ وہ بالکل خالی پڑی تھی۔ اُس نے بڑی باریک بینی سے فلیٹ کی تلاشی لی مگر وہ کوئی ایسا سُراغ حاصل کرنے میں ناکام رہا جس سے طارق کے غائب ہوجانے پر روشنی پڑ سکتی۔

"شہر کے حالات بہت خراب ہیں۔ ہر طرف لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ ایسے میں یہ بات یقین سے کیسے کہی جاسکتی ہے کہ یہ کوئی سازش ہی ہے۔" صابر نے کہا۔

"آپ کا کہنا درست ہے۔" زاہد بولا۔ "لیکن یہ کوئی منظم سازش معلوم ہوتی ہے ورنہ اُس کے کپڑے کیسے غائب ہوجاتے۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے، میں نے ایسی بے تکی بات کہی۔" صابر کے لہجے میں خجالت تھی۔ "دراصل کراچی کے روز روز کے ہنگاموں نے ذہن کو اس قابل چھوڑا ہی نہیں کہ کوئی ڈھنگ کی بات سوچی جاسکے۔"

"کوئی بات نہیں۔" زاہد نے کہا۔ "اب فلیٹ سے تو کوئی سراغ نہیں ملا۔ ہمیں اپنی تفتیش کا دائرہ کار وسیع کرنا ہوگا۔"

طارق جمیل کرکٹ کی مکمل کٹ میں تھا۔ ٹھیک پونے پانچ بجے اُسے عمارت کے عقبی حصے سے عمارت سے باہر لایا گیا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں اُس کا اپنا بیٹ تھا۔ دائیں ہاتھ میں بیٹ پکڑے وہ بڑے باوقار انداز میں چل رہا تھا۔ عمارت کے سامنے والے حصے کی طرح عقبی حصے میں بھی دور دور تک آم کے باغات پھیلے ہوئے تھے۔

آم کے درختوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کافی وسیع رقبے پر کوئی درخت نہیں تھا۔ وہاں کافی لوگ نظر آرہے تھے، وہ سب نقاب پوش تھے۔ درمیان میں وکٹیں گڑی نظر آرہی تھیں۔ باؤنڈری کا تعین کرنے کے لیے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پتھر رکھ دیے گئے تھے۔ اُس کے علاوہ وہاں مزید گیارہ افراد ایسے تھے جو کرکٹ کے لباس میں تھے۔ ڈینیل بھی اُنھی میں شامل تھا۔ گراؤنڈ میں ایک کھلاڑی کے جسم پر پیڈ اور ہاتھوں میں دستانے بھی نظر آرہے تھے۔ وہ وکٹ کیپر تھا۔

باؤنڈری سے باہر ایک طرف کچھ کرسیاں بچھائی گئی تھیں جن پر کچھ نقاب پوش بیٹھے تھے۔ اُنھی میں مادام بھی تھی۔ طارق کے علاوہ وہ واحد شخصیت تھی جس کے چہرے پر نقاب نہیں تھا۔ طارق کو دیکھ کر وہ کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"آؤ! وکٹ کا معائنہ کرلو۔" اُس نے طارق سے کہا۔

طارق کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے اُس کے ساتھ چلنے لگا۔ اُس کے منکر نکیر بدستور اُس کے عقب میں چل رہے تھے۔

"کیا یہ لوگ کھیل کے دوران بھی میرے سر پر سوار رہیں گے؟" دفعتاً طارق نے رُک کر جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں!" وہ ہنس کر بولی۔ "تم دل چھوٹا نہ کرو، جب کھیل شروع ہوگا تو انھیں باہر بلا لیا جائے گا۔"

طارق نے بے پروائی سے شانے جھٹکے اور پھر چل پڑا۔ اُس نے اپنی توجہ زمین پر مرکوز کردی تھی جو سخت اور ہموار تھی۔

وہ وکٹ تک پہنچ گئے، ڈینیل وہاں پہلے سے ہی موجود تھا۔ اُس نے ہیلو کہہ کر طارق کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ طارق نے اُس سے ہاتھ ملایا اور وکٹ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ گراؤنڈ کے دیگر حصوں کے برعکس جس مقام پر وکٹ بنائی گئی تھی، یہ حصہ قدرے ناہموار تھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ گیند یا تو اچانک اُٹھ جاتی یا پھر اچانک ہی بیٹھ جاتی۔ اُس نے مادام سے یہ اعتراض کردیا۔

"ہمارے آدمیوں نے تمام دن محنت کرکے یہ جگہ تیار کی ہے۔" مادام نے کہا۔ "اب اس مرحلے پر ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی کریں۔ پھر یہ کہ وکٹ جیسی بھی ہے، دونوں کے لیے ہے۔"

طارق کے پاس خاموش ہوجانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ اُسے اُن لوگوں کی بات غیرمشروط طور پر مان لینی چاہیے تھی۔ یہ شرط رکھ کر اُس نے خود اپنے لیے مشکلات پیدا کرلی تھیں۔ وہ مکمل طور پر اُن لوگوں کے رحم و کرم پر تھا۔ یہی کیا کم تھا کہ انھوں نے اُس کی شرط تسلیم کرلی تھی۔ اب اُسے اُس مقابلے میں فتح حاصل کرنا تھی۔ اُسے خوب اندازہ تھا کہ یہ کوئی آسان مقابلہ ثابت نہیں ہوگا۔ ڈینیل اپنے ہر انداز سے اُسے ایک فاسٹ باؤلر نظر آتا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وکٹ بنانے کے لیے ایسی جگہ منتخب کی گئی تھی جو ہموار نہیں تھی۔ اس ناہموار وکٹ کی وجہ سے ڈینیل اُس کے لیے خطرناک ہوسکتا تھا۔ طارق خود کوئی ریگولر باؤلر نہیں تھا لیکن وہ باؤلنگ کرانا جانتا ضرور تھا مگر اُس کی حیثیت اتفاقیہ باؤلر کی سی تھی، جسے صرف اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کوئی بیسٹ مین ریگولر باؤلرز کے ہاتھوں آؤٹ نہ ہو رہا ہو۔

"آؤ ٹاس کرلیں۔" ڈینیل کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔

وہ ڈینیل کی طرف بڑھا۔ مادام بھی وہیں موجود تھی۔ ڈینیل کے ہاتھ میں ایک سکہ تھا۔ ڈینیل نے سکہ اُسے دکھایا اور اُسے ہوا میں اچھال دیا۔

اب اُسے اپنی قسمت آزمانا تھی۔ اُس کے پاس کہنے کے لیے دو ہی باتیں تھیں۔ ہیڈ یا ٹیل۔ اگر وہ ٹاس جیتا تو آدھا میچ اُسی وقت جیت جاتا۔ اُس کے لیے ٹاس جیتنا بہت اہم تھا۔ وہ ڈینیل کو پہلے بیٹنگ کرانا چاہتا تھا۔ محدود اوورز کے میچوں میں بعد میں بیٹنگ کرنے والے کے لیے بڑی آسانیاں ہوتی ہیں جبکہ پہلے بیٹنگ کرنے والا

نقصان میں رہتا ہے۔ محدود اوورز کے میچ میں پہلے بیٹنگ کرنے والا اگر مضبوط ہو تب بھی کمزور حریف سے ہار سکتا ہے جبکہ بعد میں بیٹنگ کرنے والا اگر کمزور ہو تو بھی اُس کے لیے جیتنے کے بہت اچھے امکانات موجود ہوتے ہیں۔ اُسے یقین تھا کہ اگر غیر جانبدار ماحول میں کسی معقول وکٹ پر اُس کا اور ڈینیل کا مقابلہ ہوتا تو وہ اُسے ہر صورت میں بہ آسانی شکست سے دوچار کر سکتا تھا لیکن یہاں نہ تو ماحول غیر جانبدار تھا اور نہ ہی وکٹ معقول تھی۔ ایسے میں اگر وہ ٹاس بھی ہار جاتا تو گویا اپنی شکست کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیتا۔ سکہ اُچھالا جا چکا تھا اور اُسے ایک لمحے کے اندر اندر فیصلہ کرنا تھا۔ اُس کے منہ سے نکلا ہوا ایک غلط لفظ اُسے اس واحد ایڈوانٹیج سے محروم کر سکتا تھا جو ٹاس جیتنے کے ساتھ مشروط تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ٹاس جیتنے کے باوجود بھی ڈینیل سے جیتنا آسان نہیں ہوگا تاہم وہ ایک کوشش ضرور کر سکتا تھا۔

اُس نے سکے کی طرف دیکھا جو اَب زمین کی طرف گرنے لگا تھا۔ ڈینیل اور مادام کی نظریں بھی زمین کی جانب گرتے ہوئے سکے پر جمی ہوئی تھیں اور اُن کے کان طارق کی آواز کی طرف لگے ہوئے تھے۔ "ٹیل۔" اُس نے بہ آوازِ بلند کہا۔

سکہ زمین پر گرا۔ وہ تینوں سکے کی طرف بڑھے۔ طارق کا دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اُس نے ہیڈ کہتے کہتے بالکل آخری وقت میں اپنے الفاظ تبدیل کیے تھے اور ٹیل کہہ بیٹھا تھا۔ وہ سکے کے قریب پہنچ کر اُس پر جھک گئے اور پھر طارق کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ وہ ٹاس جیت چکا تھا۔ اُس نے ڈینیل کو پہلے کھیلنے کی دعوت دے دی۔

"وش یو بوتھ گڈ لک۔" مادام نے کہا اور اُن دونوں افراد کے ساتھ گراؤنڈ سے باہر چلی گئی جو طارق کے ساتھ سائے کی طرح لگے ہوئے تھے۔ ڈینیل بھی بیٹ لینے گراؤنڈ سے باہر گیا تھا۔ اُن کے گراؤنڈ سے باہر جاتے ہی باؤنڈری کے باہر بھی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دو افراد اُٹھے جنہوں نے سفید کوٹ پہن رکھے تھے اور وہ گراؤنڈ میں داخل ہو گئے۔ وہ دونوں اس میچ کے امپائر تھے۔

اُن دونوں نے آکر وکٹوں کا معائنہ کیا جبکہ طارق فیلڈ ترتیب دینے میں مصروف ہو گیا۔ اُسے اُن لوگوں سے ذرا بھی توقع نہیں تھی، وہ تو بس خانہ پُری کر رہا تھا۔

وہ فیلڈ ترتیب دے کر فارغ ہوا تو ڈینیل کریز پر تیار کھڑا تھا۔ نان اسٹرائیکر اینڈ پر ایک اور نقاب پوش کرکٹ کے لباس میں بلہ ہاتھ میں لیے موجود تھا، وہ رنر تھا۔

امپائر نے جیب سے دو نئی گیندیں نکال کر طارق کی طرف بڑھائیں، طارق نے دونوں گیندیں لے لیں۔ وہ بالکل نئی اور ایک جیسی تھیں۔ یہ ایک اور مصیبت سامنے آئی تھی جس کی طرف اُس نے پہلے توجہ نہیں دی تھی۔ وہ ایک اسپنر تھا۔ نہ تو نئی گیند ٹرن لے سکتی تھی اور نہ ہی وہ فاسٹ باؤلنگ کر سکتا تھا۔ جبکہ اُس کا حریف اس چیز سے بھی فائدہ اُٹھاتا۔ وہ تن بہ تقدیر ہو گیا اور ایک گیند اُس نے امپائر کو واپس کر دی۔

نئی گیند ہاتھوں میں لیے وہ چار قدم چلا اور جوتے سے زمین پر نشان لگا دیا۔ وہ چار قدم کے اسٹارٹ سے ہی باؤلنگ کرانے کا عادی تھا۔

وکٹ کیپر وکٹوں سے کافی فاصلے پر کھڑا تھا۔ شاید وہ طارق کو فاسٹ باؤلر سمجھ رہا تھا لیکن جب اُس نے طارق کو صرف چار قدم کے فاصلے پر نشان لگاتے دیکھا تو وہ وکٹوں کے نزدیک آگیا۔

امپائر نے میچ شروع کرنے کا اشارہ کیا اور طارق نے چار قدم کے اسٹارٹ سے گیند کرا دی۔ اُس کی توقع کے عین مطابق گیند ٹرن نہیں ہوئی تھی۔ ڈینیل نے بڑے سکون سے گیند کو روک لیا۔ یوں جیسے وہ یقین کرنا چاہتا ہو کہ طارق واقعی اسپنر ہے... اور یوں دنیا کا

ماں باپ

بچے گلی میں کرکٹ کھیل رہے تھے۔ گیند ایک مکان کی کھڑکی کا شیشہ توڑتی ہوئی اندر آگئی۔ خاتونِ خانہ نے جھلا کر دروازہ کھولا لیکن گلی سنسان پڑی تھی۔ انہوں نے گیند اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی۔

آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ خاتون نے دروازہ کھولا۔ دروازے پر ایک بچہ موجود تھا۔ "معاف کیجیے گا... ہماری غلطی سے شیشہ ٹوٹ گیا۔ وہ دیکھیے... میرے والد نیا شیشہ لگانے کے لیے آرہے ہیں۔" اس نے گلی کی طرف اشارہ کیا۔ "اب آپ جلدی سے مجھے گیند دے دیجیے۔"

خاتون نے دیکھا، وہ شخص تھیلا ہاتھ میں لیے، دوسرے ہاتھ میں کھڑکی کے سائز کا شیشہ تھامے ان کے مکان کی طرف آرہا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا، گیند لے لو۔" خاتون نے بچے کو گیند دیتے ہوئے خلیق لہجے میں کہا۔ اتنی دیر میں وہ شخص دروازے پر آگیا تھا۔ بچے نے گیند لی اور رفوچکر ہو گیا۔

اس شخص نے کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی جگہ نیا شیشہ لگایا پھر اس نے خاتون سے کہا۔ "پچاس روپے عنایت کیجیے۔"

"کیا... کیسے پچاس روپے؟" خاتون نے حیرت سے کہا۔ "تم اس بچے کے باپ نہیں ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" اس شخص نے جواب دیا۔ اور پھر چونک کر پوچھا۔ "آپ اس کی ماں نہیں ہیں؟"

یہ عجیب ترین میچ شروع ہوگیا جس میں ایک کے سوا بقیہ تمام کھلاڑی نقاب پوش تھے اور بیٹس مینوں کو کوئی بھی حفاظتی چیز پہننے کی اجازت نہ تھی۔

دوسری گیند پھینکنے سے قبل طارق نے اپنا سوئیٹر اُتار کر امپائر کے حوالے کیا۔ اُس نے دوسری گیند پھینکی تو ڈینیل کریز سے باہر آگیا اور اُس نے وحشیانہ انداز میں پوری قوت سے بیٹ گھمایا۔ یہ فاسٹ باؤلروں کے بیٹنگ کرنے کا مخصوص انداز تھا مگر گیند بلے پر نہیں آسکی تھی اور سیدھی وکٹ کیپر کے ہاتھوں میں پہنچی تھی۔ اُس کے بعد جو کچھ ہوا وہ طارق کی توقع کے سراسر خلاف تھا۔ ڈینیل نے پلٹ کر کریز میں پہنچنے کی کوشش کی لیکن وکٹ کیپر زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ اُس نے نہ صرف بیلز اُڑا دی تھی بلکہ وہ لیگ امپائر سے اپیل بھی کر چکا تھا۔

نقاب پوش لیگ امپائر کی ایک انگلی فضا میں بلند ہوگئی۔

طارق کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وکٹ کیپر اگر چاہتا تو بڑی آسانی سے ڈینیل کو موقع دے سکتا تھا کہ وہ کریز میں واپس پہنچ جائے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ دوسری طرف امپائر اگر چاہتا تو ڈینیل کو آؤٹ قرار نہ دیتا لیکن اُس نے بھی ایسا نہیں کیا تھا تو کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ میچ پوری دیانتداری کے ساتھ کھیلا جارہا ہے۔ یہ ایک ایسی بات تھی جس پر یقین کرنا آسان نہیں تھا لیکن جو کچھ ابھی ابھی ہوا تھا اُس سے بھی روگردانی نہیں کی جاسکتی تھی۔ اُس کے حریف کا اسکور منفی پانچ رن ہوگیا تھا۔

طارق نے تیسری گیند کرائی۔ پہلے ہی کی طرح ڈینیل نے کریز سے باہر آکر بلا گھمایا۔ اس بار گیند اُس کے بیٹ پر آگئی تھی۔ گیند ہوا میں بلند ہوئی۔ اُس کا رُخ مڈ آف باؤنڈری کی طرف تھا۔ ڈیپ مڈ آف پوزیشن پر فیلڈر موجود تھا۔ اگر وہ تساہل نہ برتتا تو یہ کیچ ہوسکتا تھا۔

وہ سانس روکے اُس فیلڈر کو دیکھ رہا تھا جو گیند کے نیچے آگیا تھا۔ امپائر بھی اُس فیلڈر کی طرف متوجہ تھا جبکہ ڈینیل دوڑ کر دوسرا رن بنانے میں مصروف تھا۔ گیند سیدھی اُس فیلڈر کے ہاتھوں میں پہنچی جو ڈیپ مڈ آف پر فیلڈنگ کر رہا تھا۔ اُس نے بڑی چابکدستی سے گیند کو اپنے قابو میں کرلیا۔ طارق خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ امپائر کی طرف پلٹا اور بڑی آہستگی سے اپیل کی۔ ”ہاؤزدیٹ امپائر؟“

امپائر نے فضا میں انگلی بلند کر کے ڈینیل کے آؤٹ ہونے کا اعلان کیا۔

ابھی پہلے اوور کی صرف تین ہی گیندیں ہوئی تھیں اور وہ دوبار آؤٹ ہوچکا تھا۔ گویا اُس کا اسکور منفی دس رن ہوگیا تھا۔ طارق کو اپنا اعتماد بحال ہوتا محسوس ہوا۔ اُس کے حوصلے بلند ہوگئے اُدھر ڈینیل کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی تھی کہ اگر اُسے جیتنا ہے تو محتاط طرزِ عمل اختیار کرنا ہوگا۔ طارق کی اگلی تین گیندیں اُس نے بڑے سکون سے روک لی تھیں۔ نہ تو وہ کریز سے باہر نکلا اور نہ ہی اُس نے کوئی جارحانہ شاٹ کھیلنے کی کوشش کی۔

پہلے اوور کے اختتام پر ڈینیل کا اسکور منفی دس رن تھا۔ دوسرے اوور میں اُس نے دس رن بنا کے اپنا اسکور صفر تک پہنچا دیا۔ تیسرے اوور میں اُس نے پھر دس رن بنائے مگر ایک بار آؤٹ بھی ہوگیا۔ اس طرح تین اوورز کے خاتمے پر اُس کا کُل اسکور پانچ رن تھا۔

طارق کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ مقابلہ اتنا آسان ثابت ہوگا۔ اب صرف دو اوور باقی رہ گئے تھے اور ڈینیل صرف پانچ ہی رن بنا سکا تھا۔ چوتھے اوور میں ڈینیل نے زیادہ جارحانہ انداز اختیار کیا اور پندرہ رن اسکور کرلیے۔ اب کُل اسکور بیس رن تھا۔ پانچویں اوور میں وہ بالکل ہی بے قابو ہوگیا۔ اُس نے پہلی ہی گیند پر چھکا لگایا تھا۔ دوسری گیند بھی چھکے سے محفوظ نہ رہ سکی۔ میچ اچانک ہی پلٹ گیا تھا۔ تیسری گیند پر وہ پھر چھکا مارنے کریز سے باہر نکلا مگر گیند اُس کے بیٹ پر نہ آسکی اور سیدھی وکٹوں پر جا کر لگی۔ چوتھی گیند پر بھی یہی ہوا۔ ڈینیل نے سر جھکا لیا۔ پہلی دو گیندوں پر اُس نے بارہ رن بنائے اور اُس سے اگلی دو گیندوں پر دس رن گنوا دیے۔ یعنی چار گیندوں پر اُس نے صرف دو ہی رن بنائے تھے۔ پانچویں گیند اُس نے بڑی شرافت سے روک لی۔ چھٹی اور آخری گیند پر اُس نے طاقتور اسٹروک کھیلا لیکن باؤنڈری لائن پر کھڑے ہوئے فیلڈر کی وجہ سے گیند باؤنڈری لائن پار نہ کرسکی تاہم ڈینیل دوڑ کر تین رن بنانے میں کامیاب ہوگیا۔

ڈینیل کی اننگ اختتام کو پہنچ گئی تھی۔ اُس نے پانچ اوورز میں پچاس رن بنائے تھے اور پانچ بار آؤٹ ہوا تھا۔ اس طرح اُس کا کُل اسکور پچیس رن تھا۔

طارق نے امپائر سے اپنا سوئیٹر لے کر پہنا اور دوسرے کھلاڑیوں کے ساتھ وہ بھی گراؤنڈ سے باہر آگیا۔

”ویل پلیڈ۔“ مادام نے طارق سے شوخ لہجے میں کہا۔ ”تم نے ڈینیل کو بہت کم اسکور کرنے دیا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ میچ تم جیت جاؤ گے۔“

”تھینک یو۔“ طارق نے خلوصِ دل سے کہا۔ ”یہ سب تو ان لوگوں کا کمال ہے۔“ اُس نے فیلڈرز کی طرف اشارہ کیا۔ ”اگر یہ لوگ اتنی جاں فشانی سے فیلڈنگ نہ کرتے تو اس وقت صورتِ حال بالکل مختلف ہوتی۔“

”تم شاید یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ لوگ فیلڈنگ میں کوئی کوتاہی کریں گے؟“ مادام نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”یاد رکھو دیانتداری ہماری تنظیم کا بنیادی اصول ہے۔ ہم جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں جس آدمی کے سپرد جو کام کیا جاتا ہے وہ اُسے پوری ذمے داری سے سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ تمہارے اور ڈینیل کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہے

تو یہ ایک فیئر مقابلہ ہے۔ جس میں صلاحیت ہے وہ جیت جائے گا۔ ہماری جانب سے اس میں ذرا بھی دخل اندازی نہیں ہوگی۔ تمام فیلڈرز اور امپائرز غیر جانبدار رہیں گے۔ اس مقابلے کی حد تک اُن کے لیے تم میں اور ڈینیل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہمیں اس بات کی فکر نہیں ہے کہ ڈینیل ہار جائے گا۔"

طارق اُن سے بہت زیادہ متاثر ہوگیا۔ وہ بُرے لوگ ضرور تھے مگر کم از کم اپنے ہی وضع کردہ اصولوں کے پابند تو تھے۔

دس منٹ بعد وہ کریز پر کھڑا امپائر سے گارڈ لے رہا تھا۔ ڈینیل نے جو فیلڈنگ لگائی تھی اُس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ فاسٹ باؤلر ہے۔ پھر اُس نے بائیس قدم کے فاصلے پر اپنے باؤلنگ اسٹارٹ کا نشان لگایا۔

طارق نے فیلڈ کا جائزہ لیا اور خود کو ذہنی طور پر تیار کرنے لگا۔ دیگر میچوں کی طرح یہاں اُس کے جسم پر نہ تو پیڈ تھے اور نہ ہی بیٹنگ گلوز۔ وہ ان چیزوں سمیت کھیلنے کا عادی تھا۔ ان کے بغیر کھیلنے کے لیے اُسے ہر وقت اپنے ذہن میں یہ بات رکھنا پڑتی کہ نہ صرف کھیلنا ہے بلکہ اپنی حفاظت بھی کرنی ہے۔

ڈینیل نے پہلی گیند کرانے کے لیے دوڑنا شروع کیا۔ طارق بغور اُس کے ایک ایک ایکشن کا جائزہ لے رہا تھا۔ اُس کے دوڑنے کا انداز بہت خوبصورت تھا۔ طارق کو اسی وقت اندازہ ہوگیا کہ اس کا مدِ مقابل ایک غیر معمولی فاسٹ باؤلر ہے۔ اُس سے جیتنا آسان نہیں ہوگا۔

وہ باؤلنگ کریز سے ایک قدم پہلے خوفناک انداز میں اُچھلا۔ اس کا بایاں ہاتھ اُس کے چہرے تک بلند ہوگیا تھا اور اُس کا دایاں ہاتھ جس میں گیند تھی، پیچھے کی جانب تھا۔ اُچھلنے کا عمل مکمل ہوتے ہی اُس کا بایاں ہاتھ نیچے پہنچ گیا اور دایاں ہاتھ نیم دائرہ بناتے ہوئے سامنے آیا اور گیند اُس کے ہاتھ سے نکل کر برق رفتاری سے طارق کی طرف بڑھی۔

طارق مسحور سا ہو کر رہ گیا۔ ڈینیل کا ایکشن بہت اسموتھ تھا۔ اس نے ڈینیل کے بارے میں اس حد تک اندازہ نہیں لگایا تھا۔ اُس کا خیال تو یہ تھا کہ وہ ایک اچھا فاسٹ باؤلر ہوگا لیکن اب اُسے پتا چلا کہ وہ تو ایک غیر معمولی فاسٹ باؤلر ہے۔ طارق نے اپنے کیریئر میں ایسے چند ہی باؤلرز کا سامنا کیا تھا۔ وہ بھی اسپیڈ کے معاملے میں ڈینیل سے بہت پیچھے تھے۔

اُس کی لائن اور لینتھ بھی بہت اچھی تھی۔ پہلی ہی گیند کا مڈل اسٹمپ پر گرنا اس بات کی واضح علامت تھی۔ طارق نے پیر آگے بڑھا کر گیند کو پورے بلّے سے کھیلنے کی کوشش کی مگر ڈینیل نے آؤٹ سوئنگر کرائی تھی۔ گیند پچ پر پڑنے کے بعد باہر کی طرف موو ہوئی تھی جب تک طارق یہ بات سمجھ پاتا بہت دیر ہو چکی تھی۔ گیند نے اُس کے بلّے کا بیرونی کنارا لیا اور سیدھی پہلی سلپ میں کھڑے فیلڈر کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔ طارق کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ فیلڈر نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔

عظیم کھلاڑی

خود فریبی کا عادی ایک نااہل بیٹسمین کریز پر موجود تھا۔ اچانک وہ پلٹا اور اس نے وکٹ کیپر سے پوچھا۔ "تمہارے خیال میں اس وقت دُنیا میں کتنے عظیم کھلاڑی ہیں؟"

"تمہارے اندازے سے ایک کم۔" وکٹ کیپر نے جواب دیا۔

وہ پہلی ہی گیند پر آؤٹ ہو گیا تھا اور یہ بہت خراب بات تھی۔ ڈینیل کی خطرناک باؤلنگ پر اسکور کرنا آسان کام نہیں تھا لیکن وہ ضرورت سے زیادہ ہیجان سے دوچار تھا جس کی وجہ سے اُس نے امپائر کی آواز نہیں سُنی تھی جس نے یہ آواز بلند نوبال کہا تھا۔ اُسے تو یہ بات اُس وقت معلوم ہوئی جب کسی جانب سے کوئی اپیل نہیں ہوئی اور اُس نے امپائر کو نوبال کا اشارہ کرتے دیکھا۔ اُسے اس گیند پر چھ رن کا فائدہ ہوا تھا۔ پانچ رن تو منفی ہونے سے بچے تھے جو اُس کے آؤٹ ہونے کی صورت میں منفی ہوتے اور ایک رن اُسے نوبال کا ملا تھا۔ خود اُس نے تو ایک بھی نوبال نہیں کرائی تھی۔

ڈینیل اپنے باؤلنگ اسٹارٹ کی طرف واپس جا رہا تھا اور طارق سوچ رہا تھا کہ اُسے بے انتہا محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ پہلے دو اوورز کے دوران اُسے اپنی وکٹ بچانے کی طرف بھرپور توجہ دینا تھی۔ میچ جیتنے کی واحد صورت یہی رہ گئی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ مسلسل باؤلنگ کرانے کے باعث یقیناً ڈینیل کا اسٹیمنا جواب دے جائے گا اور تیسرے اوور سے اُس کی اسپیڈ متاثر ہونے لگے گی۔ وہ اُس کے لیے کُھل کر کھیلنے کا وقت ہوگا۔ چھبیس رن بنانا اتنا مشکل کام نہیں تھا لیکن اگر وہ ایک بار بھی آؤٹ ہو جاتا تو پھر اُس کے لیے جیتنا ناممکن بھی ہو سکتا تھا۔

ڈینیل کو اپنے لمبے قد کی وجہ سے یہ نقصان تھا کہ اُسے باؤلنگ کریز کا خاص خیال رکھنا پڑ رہا تھا۔ اگر وہ اسپیڈ کی طرف توجہ دیتا تو نوبال ہو جاتی اور اگر وہ نوبال سے بچنے کی کوشش کرتا تو باؤلنگ متاثر ہوتی۔ اُسے اُن دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ نوبال نہیں کرائے گا۔

پہلے دو اوور طارق نے بہت محتاط انداز میں کھیل کر گزارے۔ اُس نے اپنی توجہ ڈینیل کی باؤلنگ سمجھنے پر مرکوز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بہت خطرناک باؤلنگ کر رہا تھا اور طارق کے لیے اُسے ٹھیک سے کھیلنا دوبھر ہو رہا تھا لیکن اُس نے کسی نہ کسی طرح وکٹ کے ساتھ ساتھ اپنا جسم بھی بچائے رکھا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اس چکر میں وہ اسکور بھی کچھ نہیں کر سکا تھا۔ دو اوورز کے اختتام پر اُس کا اسکور صرف ایک رن تھا۔

طارق جمیل اپنے اسکور کی طرف سے ذرا بھی فکر مند نہیں تھا۔ اب وہ اپنے جیتنے کی طرف سے بہت پُراُمید ہو چکا تھا۔ اُسے اگر فکر تھی تو صرف یہ تھی کہ کسی صورت اپنے جسم کو محفوظ رکھے۔

تیسرے اوور کی پہلی گیند اوور پچ تھی۔ طارق نے اُس سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے گیند کو ہاف وولی بنایا اور کور ڈرائیو کر دیا۔ اُس نے یہ شاٹ کھیلنے میں ذرا بھی قوت صرف نہیں کی تھی۔ سارا کمال ٹائمنگ اور صحیح اسٹروک کھیلنے کا تھا کہ گیند پلک جھپکنے میں باؤنڈری لائن پار کر گئی۔ کسی فیلڈر کو اپنی جگہ سے ہلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

اس اوور کی تیسری گیند پر اُس نے ایک خطرناک فلک کے ذریعے چار مزید رن حاصل کیے۔ فلک خطرناک اس لیے تھا کہ اگر ذرا سی بھی مس ٹائمنگ ہوتی تو اُس کے گھٹنے کی خیر نہیں تھی۔ تیسرے اوور کی پانچویں گیند پر اُس نے ایک خوبصورت اسکوائر کٹ کیا۔ اس بار بھی کوئی فیلڈر گیند کو باؤنڈری لائن پار کرنے سے نہ روک سکا۔

تیسرے اوور کے اختتام پر اُس کا اسکور تیرہ رن ہو چکا تھا۔ جیتنے کے لیے مزید تیرہ رن درکار تھے اور پورے دو اوور باقی تھے۔

چوتھے اوور میں مسلسل باؤلنگ کرانے کے باعث ڈینیل خاصا تھک چکا تھا۔ دوسری طرف طارق کا کھیل نقطۂ عروج کو پہنچا ہوا تھا۔ طارق نے پہلی تین گیندوں پر تین مسلسل چوکے لگا کر نہ صرف ہیٹ ٹرک کی بلکہ اُس نے ڈینیل کا اسکور بھی برابر کر لیا۔ اس اوور کی آخری گیند پر ایک اور چوکا لگا کر اُس نے کُل اسکور اُنتیس رن تک پہنچا دیا۔

فیلڈرز نے تالیاں بجا کر طارق کو داد دی اور واپسی کے لیے پلٹ پڑے۔ وہ سمجھے تھے کہ طارق میچ جیت چکا ہے مگر ایسا نہیں تھا۔ ڈینیل نے دہاڑ کر اُنھیں گراؤنڈ سے باہر جانے سے روکا۔ وہ بہت برہم نظر آ رہا تھا۔ یہ بھی بڑی بات تھی کہ اُس نے اب تک خود پر قابو رکھا تھا ورنہ فاسٹ باؤلر تو بہت جلدی آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

اُسے فیلڈرز کو یہ بات سمجھانے میں خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑا کہ میچ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ پانچویں اوور میں اگر اُس نے طارق کو آؤٹ کر دیا تو طارق کا اسکور پانچ رن کم ہو کر صرف چوبیس رہ جائے گا اور اگر اُس نے اُسے دوبارہ آؤٹ کر دیا تو اُس کا اسکور اُنیس ہی رہ جائے گا۔

طارق بڑے سکون سے کریز میں کھڑا تھا۔ پونے پانچ بج رہے تھے۔ سورج مغرب کی طرف جھک چلا تھا۔ ڈینیل فیلڈرز کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُنھیں سمجھا کر فیلڈ دوبارہ سیٹ کرنے میں پانچ منٹ کا عرصہ لگ گیا۔ اس دوران تھکے ہوئے ڈینیل کو سانس لینے کا اچھا خاصا موقع مل گیا۔

پانچویں اوور کی پہلی گیند خوفناک ثابت ہوئی۔ گیند گڈ لینتھ سے اچانک ہی اُٹھی تھی۔ وہ گیند کو کھیلنے کے لیے اگلے قدم پر آ چکا تھا۔ اچانک اُٹھی ہوئی گیند اُس کے بیٹنگ گلوز سے محروم اُلٹے ہاتھ کی انگلیوں پر لگی۔ بیٹ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ درد کی ایک لہر اُس کے بائیں ہاتھ میں گردش کر رہی تھی۔ اُس نے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی مضروب انگلیاں دبا رکھی تھیں۔ اُس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات تھے اور وہ متوقع نظروں سے گراؤنڈ سے باہر بچھی کرسیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تمام فیلڈرز اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے تھے۔

ڈینیل چلتا ہوا اُس کے نزدیک آیا۔ "بلا اُٹھاؤ اور اگلی گیند کھیلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اُس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تمھیں میچ کے دوران طبی امداد کی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ کوئی عام میچ نہیں ہے۔ تم تو ڈوئل کے خواہش مند تھے نا... اور ڈوئل کے درمیان مداخلت نہیں کی جا سکتی ہاں اگر تم شکست تسلیم کر لو تو یہ ممکن ہے۔"

"ناممکن!" طارق نے تکلیف کے باوجود غرّا کر کہا۔ "میں شکست تسلیم نہیں کروں گا۔"

"تو پھر بیٹ اُٹھاؤ اور کھیلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" ڈینیل طنزیہ لہجے میں بولا۔ "عورتوں کی طرح مُنہ کیوں بسور رہے ہو۔"

طارق کے وجود میں غصّے کی ایک شدید لہر اُٹھی جس نے تکلیف کے احساس کو بالکل ہی زائل کر کے رکھ دیا۔ وہ ڈینیل کو کوئی جواب دینا چاہتا ہی تھا کہ وہ پلٹ کر باؤلنگ کرانے کے لیے چل دیا۔ طارق چند لمحے اُسے غصیلی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں بیٹ اُٹھا لیا۔ اُس کا بایاں ہاتھ بیٹ کو پوری طرح گرفت میں نہیں لے پا رہا تھا۔ بائیں ہاتھ کی انگلیاں بری طرح سے متورم تھیں اور ان کی رنگت نیلی پڑ گئی تھی۔

اُس نے آگے بڑھ کر پچ کے اُس حصّے کو دیکھا جہاں سے گیند اُٹھی تھی۔ وہ ایک خطرناک پیچ تھا۔ اس قسم کے کئی پیچ وکٹ پر موجود تھے۔ اُسے تعجب تو اس بات پر تھا کہ پچھلے چار اوورز کے دوران کوئی گیند اس طرح اچانک کیوں نہیں اُٹھی تھی۔ وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکا کہ اُس کے ستارے ہی اچھے تھے کہ وہ چار اوور تک محفوظ رہ گیا ورنہ بظاہر اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔

وہ واپس کریز میں آ گیا۔ ڈینیل نے باؤلنگ کرانے کے لیے دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ اس بار اُس کا انداز کچھ زیادہ ہی جارحانہ لگ رہا تھا۔ طارق کو چوٹ لگنے کی وجہ سے اس کے اندر ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا تھا۔ اُسے اُمید پیدا ہو چلی تھی کہ وہ طارق کو آؤٹ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ دوسری طرف اس چوٹ نے طارق کے اعتماد کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اگلی گیند واقعی اُس نے بہت زیادہ تیز رفتاری سے کرائی تھی۔ گیند ٹپا کھانے کے بعد پہلے ہی کی طرح اس بار بھی اچانک اُٹھی تھی اور طارق بے انتہا کوشش کے باوجود بھی اس اچانک اُٹھی

ہوئی گیند سے خود کو نہ بچا سکا۔ گیند اُس کی ناک پر لگی تھی۔ پوری قوت سے پھینکی ہوئی گیند نے اُس کی ناک کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور ناک سے بے تحاشا خون بہنے لگا۔ ایک بار پھر بیٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھے جھک گیا۔ ناک سے مسلسل بہنے والا خون بیٹنگ کریز کے اندر گر رہا تھا۔

اس بار بھی کوئی فیلڈر اُس کے قریب نہیں آیا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے تھے۔ اُن کے چہرے تو نقابوں میں پوشیدہ تھے مگر اُن کی آنکھوں سے بے تعلقی ہویدا تھی۔ طارق دونوں ہاتھ منہ پر رکھے جھکا ہوا تھا۔ خون نے وکٹوں کے قریب والا زمین کا حصہ سرخ کر دیا تھا۔ وہاں خون کا ایک چھوٹا سا تالاب سا بن گیا تھا۔

پہلے ہی کی طرح اس بار بھی اُس کے نزدیک آنے والا اُس کا حریف ڈینیل تھا۔ "اب بھی اگر تم شکست تسلیم کر لو تو مقابلہ ختم کرایا جا سکتا ہے۔" اُس نے سنگدلانہ انداز میں کہا۔

"نہیں" طارق کی بھنچی بھنچی سی آواز سنائی دی۔ اُس کے لیے بولنا تک مشکل ہو رہا تھا۔

"تو میں باؤلنگ کرانے جا رہا ہوں" اُس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ "تم تیار ہو یا نہ ہو، میں گیند کرا دوں گا۔ یہ مذاق نہیں ہو رہا۔ یہ ڈوئل ہے۔" وہ باؤلنگ کے نشان کی طرف بڑھ گیا۔

طارق کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اُس نے ناک پر سے ہاتھ ہٹایا اور ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں۔ اُس کے ستارے اچانک ہی گردش میں آگئے تھے۔

ناک سے خون بہنا کم ہو گیا تھا۔ اُس نے ڈوبتے دل اور لرزتے ہاتھوں سے بیٹ سنبھالا اور جیسے تیسے کریز میں کھڑا ہو گیا۔ ناک سے اب بھی بہنے والا خون اس کی باچھوں سے ہوتا ہوا قطروں کی صورت میں اُس کی گردن تک پہنچ رہا تھا۔

ڈینیل باؤلنگ کرانے کے لیے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ طارق کی آنکھوں میں ایک بار پھر پانی آگیا تھا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ آنکھیں صاف کر سکتا۔ ڈینیل اُسے دھندلا نظر آ رہا تھا۔ اُس نے ڈینیل کا ہاتھ تو گھومتے دیکھا لیکن گیند اُسے نظر نہ آ سکی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی تو اُسے سرخ رنگ کی گیند اپنے منہ کی طرف آتی دکھائی دی۔

وہ بجلی کی سی تیزی سے جھکا لیکن اسّی میل فی گھنٹا سے زائد رفتار سے پھینکی گئی ساڑھے پانچ اونس وزنی ٹھوس گیند اُس سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوئی اور اُس کی پیشانی سے ٹکرا کر دھماکا پیدا کرتی ہوئی واپس ڈینیل کے پاس جا گری۔

طارق کو یوں محسوس ہوا جیسے اُس کے سر پر کوئی چٹان آ گری ہو۔ جس جگہ گیند لگی تھی، وہ پھٹ گئی تھی اور وہاں ایک بڑا سا گومڑ بھی اُبھر آیا تھا۔ تیسری بار نہ صرف یہ کہ بیٹ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا بلکہ

اس بار وہ خود بھی پچ پر گر پڑا تھا۔ ناک سے بہنے والا خون پوری طرح تھما نہیں تھا کہ ماتھے سے بھی خون بہنا شروع ہو گیا۔

ڈینیل دونوں ہاتھ کمر پر رکھے چند لمحے پچ پر گرے ہوئے طارق کو گھورتا رہا پھر اُس نے جھک کر گیند اُٹھائی اور اپنے باؤلنگ کے نشان کی طرف چل دیا۔ اُس کے خیال میں طارق سے کچھ پوچھنا فضول تھا۔ وہ اپنی شکست تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ اُس کے آخری اوور کی تین گیندیں باقی رہ گئی تھیں اور اُسے یہ تینوں گیندیں بہر حال کرانا تھیں۔ آخر یہ ڈوئل مقابلہ تھا کوئی مذاق تو تھا نہیں۔

پچ پر پڑے ہوئے طارق نے دیکھا کہ ڈینیل باؤلنگ کے نشان کی طرف جا رہا ہے۔ اُس نے خود سے لڑتے ہوئے اُٹھنے کی کوشش کی مگر یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ وہ شدید زخمی ہو گیا تھا۔ سر پر لگنے والی چوٹ کوئی مذاق نہیں تھی۔ اُس کا سر بڑی شدت سے چکرا رہا تھا۔ پورا گراؤنڈ اُس کی نگاہوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ستارے سے رقص کر رہے تھے۔

کسی نہ کسی طرح وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو ہی گیا۔ اُس کا پورا چہرہ خون میں تر ہو رہا تھا اور وہ بہت خوف ناک نظر آ رہا تھا۔ لرزیدہ ہاتھوں سے اُس نے بیٹ اٹھایا جس کا ہینڈل پہلے ہی خون آلود ہو رہا تھا۔ اسی اثنا میں ڈینیل نے چوتھی گیند بھی کرا دی تھی لیکن طارق کو کچھ ہوش نہیں تھا کہ وہ گیند کہاں گئی۔ اُس نے تو صرف سنسناہٹ کی آواز سنی تھی جو اُس کے کان کے بالکل نزدیک سے آئی تھی۔

ڈینیل نے خونخوار نظروں سے طارق کو گھورا جو بیٹنگ کریز پر کھڑا جھوم رہا تھا اور اُس کی پھینکی ہوئی چوتھی گیند سے بچ نکلا تھا۔

پانچویں اوور کی پانچویں گیند ڈینیل نے جان بوجھ کر باؤنسر کرائی۔ طارق وکٹوں کے بالکل سامنے آگیا تھا اور اُس نے اندھوں کی طرح بلا گھمایا تھا لیکن گیند وہاں ہوتی تو اُس کے بیٹ پر آتی۔ گیند تو اُس کے منہ کی طرف آئی تھی اور ایک بار پھر اُس کی مضروب ناک پر قیامت توڑتی ہوئی باؤنڈری کی طرف نکل گئی۔

طارق کے منہ سے بڑی بھیانک چیخ نکلی۔ وہ پچ پر گر کر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اُسے ناقابلِ بیان تکلیف سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ یہ مقابلہ اسے بے انتہا مہنگا پڑ رہا تھا۔ اُس کی ناک سے دوبارہ خون جاری ہو گیا تھا جو وکٹ پر پہلے سے بنے ہوئے خون کے تالاب میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔

"اگر تم اب بھی شکست تسلیم کر لو تو تمہاری جان چھوٹ سکتی ہے۔" ڈینیل نے اُس کے قریب آکر کہا۔

طارق جمیل تڑپ رہا تھا۔ اُس نے ڈینیل کی بات سُنی تو تھی مگر وہ جواب دینے کے قابل رہا ہی کہاں تھا۔

"تم نے سُنا نہیں، میں تم سے جواب مانگ رہا ہوں۔" ڈینیل اونچی آواز میں بولا۔ "تم شکست تسلیم کر رہے ہو؟"

"ایک... گیند..." طارق کی نحیف آواز سنائی دی۔

"اونچی آواز سے کہو جو کہنا ہے۔" ڈینیل بولا۔ "مجھے تمہاری آواز سُنائی نہیں دے رہی ہے۔"

"آخری گیند... رہ گئی ہے۔" طارق اٹک اٹک کر بولا۔ الفاظ اُس کے منہ سے مشکل نکل رہے تھے۔ "تم... گیند کراؤ۔"

ڈینیل نے جھنجلاہٹ میں سر پیٹا۔ یہ حقیقت تھی کہ اس آخری گیند پر اگر وہ طارق کو آؤٹ نہ کر پاتا تو خود وہ مقابلہ ہار جاتا۔ وکٹ کے لیے یہ جگہ اُس کی اپنی خواہش پر منتخب کی گئی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ ناہموار جگہ پر وہ طارق کو کھیلنے ہی نہیں دے گا لیکن گیند نے آخری اوور میں اُٹھنا شروع کیا تھا اور اگرچہ وہ طارق کو بُری طرح زخمی کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن وہ اُس کے اپنے اسکور سے زیادہ رن بنا چکا تھا۔ اُس کے لیے طارق کو آؤٹ کرنا بے حد ضروری ہو گیا تھا ورنہ وہ خود مقابلہ ہار جاتا۔ ناہموار وکٹ اُس کے اپنے لیے مسئلہ بن گئی تھی۔ اب ہر گیند اُٹھ رہی تھی۔ اس بات کا امکان تھا کہ اگر وہ بالکل سیدھی گیند پھینک دیتا تب بھی وہ وکٹوں کے اوپر سے ہو کر گزر جاتی۔

اس مسئلے کا ایک ہی حل تھا۔ وکٹوں کی سیدھ میں اوور پچ گیند۔ دوسری کوئی صورت نہیں تھی..... اور اُس نے یہی کیا۔

طارق کسی نہ کسی طرح کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ بیٹ بھی اُس کے ہاتھوں میں تھا مگر اُسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر چیز اُسے چکراتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اُس کے کانوں میں لکڑی ٹوٹنے کی آواز آئی۔

اُس نے پلٹ کر وکٹ کی طرف دیکھنے کی کوشش کی۔ ڈینیل کی کرائی ہوئی آخری گیند نے لیگ اسٹمپ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ بیلز ہوا میں اُڑ گئی تھیں۔ وکٹ کا ٹوٹا ہوا آدھا حصہ..... خون سے رنگین پچ کے نزدیک ہی پڑا تھا۔ اُس کے ڈوبتے ہوئے ذہن نے آخری بات جو سوچی، وہ یہ تھی کہ وہ میچ ہار چکا ہے۔ آخری گیند پر آؤٹ ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اُس کا اسکور صرف چوبیس رنز رہ گیا تھا اور وہ ایک رن سے یہ میچ ہار گیا تھا۔

اُس کا سر بڑے زور سے چکرایا اور وہ بے ہوش ہو کر پچ پر گر گیا۔

انسپکٹر زاہد بہت پریشان تھا۔ ہر ممکن طریقہ اختیار کرنے کے باوجود وہ طارق کا سُراغ لگانے میں ناکام رہا تھا۔ اُس کی تفتیش کے مطابق طارق نے رات کا کھانا حسبِ معمول پڑوس کے ہوٹل سے گھر پر منگوا کر کھایا تھا۔ اُس کے بعد وہ ٹہلنے نکل گیا تھا۔ کئی دکان داروں نے اسے ٹہلنے کے لیے جاتے دیکھا تھا۔ اُس کے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔

طارق جمیل ساڑھے آٹھ بجے گھر سے نکلا تھا اور صابر اُس کے گھر ساڑھے نو بجے پہنچ گیا تھا۔ اس ایک گھنٹے کے دوران جو کچھ ہوا تھا اُس کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل پا رہا تھا۔

اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ انسپکٹر زاہد اُسی سنسان سڑک پر ٹہل رہا تھا جس پر طارق روزانہ رات کو ٹہلا کرتا تھا۔ سڑک حسبِ معمول سنسان پڑی تھی۔ دفعتاً سامنے سے کسی موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ موٹر سائیکل اُس کے قریب آکر رک گئی۔

"اوہ! آپ یہاں گھوم رہے ہیں۔" موٹر سائیکل سوار نے کہا اور انسپکٹر زاہد اُسے پہچان گیا۔ وہ صابر تھا۔ "میں آپ کو کہاں کہاں تلاش کرتا پھرا ہوں۔"

"کیا کوئی خاص بات ہو گئی؟" زاہد نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں کچھ لوگ طارق کو سول اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں داخل کرا گئے ہیں۔ وہ زخمی ہے۔"

"یہ کب کی بات ہے؟" زاہد نے تیزی سے پوچھا۔

"کوئی ساڑھے سات بجے اُسے سول اسپتال پہنچایا گیا تھا۔ آٹھ بجے کے قریب ڈاکٹر سراج نے مجھے فون پر مطلع کیا۔ میں فوراً ہی اسپتال پہنچا۔ وہاں سے میں نے سب سے پہلے تو طارق کے بینک کے افسران کو اطلاع دی اور پھر جب سے آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"تم مجھے طارق کے فلیٹ کے سامنے اتار دو۔" انسپکٹر زاہد موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "وہاں میری موٹر سائیکل کھڑی ہے۔ میں اپنی موٹر سائیکل پر یہاں سے سیدھا سول اسپتال جاؤں گا۔ تم بھی وہیں پہنچنا۔"

وہ دونوں اپنی اپنی موٹر سائیکلوں پر سول اسپتال پہنچے۔ ایمرجنسی وارڈ سے معلوم ہوا کہ طارق کو پرائیویٹ وارڈ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

انھوں نے پرائیویٹ وارڈ کا رُخ کیا۔ طارق بے ہوش تھا اور اُس سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ ڈیوٹی پر موجود نرس نے بتایا کہ وہ اس سلسلے میں ڈاکٹر سراج سے رابطہ قائم کریں۔

ڈاکٹر سراج بہت ملنسار آدمی ثابت ہوئے۔ انسپکٹر زاہد نے اپنا تعارف کرایا۔ وہ اس وقت سادہ لباس میں تھا۔

"آپ لوگ میرے کمرے میں تشریف لائیں۔" ڈاکٹر سراج نے کہا اور اُن دونوں کو اپنے کمرے میں لے گئے۔

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحب کہ طارق کو کون لوگ اسپتال لے کر آئے تھے۔" انسپکٹر زاہد نے کرسی پر بیٹھتے ہی مطلب کی بات پوچھی۔

"وہ دو افراد تھے۔" ڈاکٹر سراج نے کہا۔ "انھوں نے وارڈ بوائے کو بلا کر طارق کو اُس کے حوالے کیا اور جب وارڈ بوائے بے ہوش طارق کو اسٹریچر پر ڈال کر اندر لے آیا تو وہ لوگ غائب ہو چکے تھے۔"

"وہ لوگ کون تھے؟ اُن کا حلیہ کیا تھا؟" زاہد نے پوچھا۔

"یہاں موجود پولیس کے عملے نے نامعلوم افراد کے خلاف ایف آئی آر کاٹی ہے۔ انھوں نے وارڈ بوائے سے اُن افراد کے بارے میں پوچھا تھا لیکن وارڈ بوائے کہتا ہے کہ وہ اُن کا حلیہ بیان نہیں کر سکتا۔"

"آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن اگر آپ اُس وارڈ بوائے کو بلوا دیں تو۔"

"مجھے قانون کی مدد کر کے خوشی ہوگی۔" ڈاکٹر سراج نے کہا اور گھنٹی بجا کر اُس وارڈ بوائے کو بلانے کے لیے کہا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ وارڈ بوائے آگیا۔ وہ سہما ہوا نظر آ رہا تھا۔

"دیکھو یہ انسپکٹر صاحب ہیں۔" ڈاکٹر سراج نے اُس سے کہا۔ "جو کچھ یہ پوچھیں انھیں بتا دو۔"

"سس... سلام علیکم صاحب۔" وارڈ بوائے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں انسپکٹر زاہد کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" زاہد نے جواب دیا۔ "بیٹھ جاؤ۔" اُس نے ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وارڈ بوائے نے خوفزدہ انداز میں ڈاکٹر سراج کی طرف دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ۔" ڈاکٹر سراج نے اُس کی کیفیت سمجھتے ہوئے نرمی سے کہا۔ "انسپکٹر زاہد مجھے عام پولیس والوں سے خاصے مختلف نظر آتے ہیں۔"

"جی ہاں... میں پولیس کے طریقۂ کار اور اندازِ تفتیش کو ناپسند کرتا ہوں۔ میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ عام لوگوں کے دلوں سے پولیس کا خوف دور کروں۔" زاہد نے کہا۔

وارڈ بوائے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اب بھی خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"ہاں تو میاں، تمھارا نام کیا ہے؟" زاہد نے اُس سے پوچھا۔

"نن... نسیم... جناب۔" وارڈ بوائے نے ہکلا کر جواب دیا۔

"اُن لوگوں نے طارق صاحب کو تمھارے ہی حوالے کیا تھا؟"

"جی ہاں... اُس وقت میں کسی کام سے باہر گیا تھا اور واپس آ رہا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ ایک زخمی کو اندر ایمرجنسی وارڈ میں پہنچانا ہے، میں اسٹریچر کا بندوبست کر دوں۔"

"تم نے اُس آدمی کی شکل دیکھی تھی؟" زاہد نے پوچھا۔

"جی نہیں صاحب۔" وارڈ بوائے نے بتایا۔ "دراصل اُس نے اپنی بات شروع کرتے ہی ٹیکسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ میں نے ٹیکسی کی طرف دیکھا تو پچھلی سیٹ پر طارق صاحب بے ہوش پڑے تھے۔ میں اُن کی طرف دیکھنے لگا۔ اس لیے میں اُس شخص کے حلیے پر غور نہیں کر سکا۔ پھر میں اپنے ایک ساتھی وارڈ بوائے کے ساتھ اسٹریچر لایا اور طارق صاحب کو اسٹریچر پر ڈال کر ہم لوگ اندر لے آئے۔ میں سمجھا تھا کہ وہ لوگ بھی آ رہے ہوں گے لیکن وہ تو اندر ہی نہیں آئے۔ میں نے واپس جا کر دیکھا تو ٹیکسی بھی موجود نہیں تھی۔"

"گویا وہ لوگ کسی کار پر نہیں آئے تھے؟"

"جی نہیں صاحب، وہ تو ٹیکسی میں تھے۔"

"تمھارا ساتھی وارڈ بوائے بھی ان لوگوں کا حلیہ نوٹ نہیں کر سکا تھا؟" زاہد نے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔ ہم لوگوں کے پاس اتنی مہلت ہی کہاں ہوتی ہے۔ ہم تو زخمیوں کی فکر سب سے پہلے کرتے ہیں۔"

"کیا کوئی اور ایسا آدمی مل سکتا ہے جو اُن لوگوں کا حلیہ دیکھنے میں کامیاب ہو گیا ہو؟"

"اُنھیں دیکھا تو بہت سے لوگوں نے ہوگا صاحب مگر حلیہ کسی

یارک شائر کا ایک باشندہ امریکا ہجرت کر گیا تھا لیکن وطن سے کبھی کبھی خطوط موصول ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن اُسے یہ ٹیلی گرام ملا "افسوس ناک خبر یہ ہے کہ آج صبح پاپا کا انتقال ہو گیا۔ تدفین بدھ کے روز ہوگی۔ یارک شائر کا اسکور چھ کھلاڑی آؤٹ ہونے پر ۲۰۱ رنز ہے۔ بائیکاٹ ۹۶ رن پر کھیل رہا ہے۔"

کو بھی یاد نہیں ہوگا۔ یہاں تو دن بھر ہی زخمی آیا کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" زاہد نے کہا۔ "تم جا سکتے ہو۔"

"آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟" وارڈ بوائے کے جانے کے بعد ڈاکٹر سراج نے پوچھا۔

"فی الحال تو کوئی نتیجہ بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا۔" زاہد طویل سانس لے کر بولا۔ "شاید طارق کے بیان سے کچھ مدد ملے۔"

"طارق کا بیان آپ لیں گے؟" ڈاکٹر سراج نے پوچھا۔

"جی ہاں.... لیکن اس کی حالت کیسی ہے؟ آپ نے تو اس کے کمرے میں داخلے پر بھی پابندی عائد کر رکھی ہے۔"

"وہ خاصی زخمی حالت میں یہاں لایا گیا تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ، ماتھے اور ناک پر شدید چوٹیں لگی ہیں۔ اس کا بہت خون ضائع ہو چکا تھا۔ اگر مزید کچھ دیر اسے خون نہ دیا جاتا تو اسے بچانا بھی شاید ممکن نہ رہتا۔"

"اب اس کی حالت کیسی ہے؟" زاہد نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہم نے اسے ٹریٹمنٹ دیا ہے۔ خدا کی ذات سے امید تو یہی ہے کہ صبح تک اس کی حالت بہتر ہو جائے گی لیکن مجھے اس کے سر کی چوٹ کی طرف سے خاصی تشویش ہے۔"

"تو کیا صبح تک وہ بیان دینے کے قابل ہو جائے گا؟"

"امید تو یہی ہے۔" ڈاکٹر سراج نے کہا۔ "لیکن کیا اس کا بیان آپ لیں گے؟"

"جی ہاں... میں ہی اس کا بیان لوں گا۔"

"کمال ہے!" ڈاکٹر سراج حیرت بھرے لہجے میں بولے۔ "آپ نے تو بتایا تھا کہ آپ کرائم برانچ ہیڈ کوارٹرز میں ہیں جبکہ بیان متعلقہ تھانے کا...."

"آپ کا کہنا درست ہے لیکن...." زاہد کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کہیں آپ طارق سے دوستی کی وجہ سے اس کیس میں ذاتی دلچسپی تو نہیں لے رہے ہیں؟"

"جی نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے نزدیک قانونی تقاضے پورے کرنا زیادہ اہم ہے۔ دوستی کی حیثیت تو ثانوی ہے۔" زاہد نے خشک لہجے میں کہا۔ "میرے جھجکنے کی وجہ یہ تھی کہ بات ذرا خفیہ نوعیت کی ہے مگر آپ کو بتائے بنا چارہ بھی نہیں ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اسے خود تک ہی محدود رکھیے گا۔ دراصل میں پہلے سے ایک کیس پر کام کر رہا تھا۔ اس کیس کا کہیں کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ طارق کے اغوا پر مجھے شبہ ہوا تھا کہ اس اغوا کا تعلق بھی اسی کیس سے ہے۔ میں نے ڈی آئی جی صاحب سے اس سلسلے میں بات کی تھی۔ ان کی اجازت سے ہی میں یہ معاملہ دیکھ رہا ہوں چونکہ پورا کیس خفیہ رکھا جا رہا ہے لہٰذا یہ بات بھی خفیہ رہے گی کہ میں طارق سے سرکاری حیثیت میں ملا ہوں یا میں نے اس سے کوئی بیان لیا ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ آپ مجھ سے پہلے اس تک کسی اور کو نہیں پہنچنے دیں گے۔ اس سے ملنے والا سب سے پہلا آدمی میں ہوں گا اگر اس کے بیان سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ میرا شبہ درست ہے تو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" ڈاکٹر سراج نے کہا۔ "اگر آپ کا خیال درست نکلا تو طارق کا کیس آپ کو مل جائے گا!"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" زاہد نے کہا۔ "یہ بات تو سول پولیس پر بھی ظاہر نہیں کی جائے گی کہ میں بھی اس کیس کی تحقیقات کر رہا ہوں۔ ہر صورت میں یہی ظاہر کیا جائے گا کہ سول پولیس ہی اس کیس کی تفتیش کر رہی ہے۔ آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔"

"آپ بے فکر رہیں!" ڈاکٹر سراج بولے۔ "جیسے ہی وہ بیان دینے کے قابل ہوا، میں سب سے پہلے آپ کو مطلع کروں گا۔"

"شکریہ۔" زاہد نے کہا پھر چونک کر بولا۔ "میں آپ سے یہ پوچھنا تو بھول ہی گیا کہ طارق کے زخموں کی نوعیت کیا ہے؟"

"اگر آپ نہ پوچھتے تو میں خود آپ کو بتاتا.... اس کے زخم بڑے عجیب ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی گول شے سے اس کے جسم پر ضربیں لگی ہوں۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ یہ ضربیں کرکٹ کی گیند لگنے کے باعث آئی ہیں۔ ماتھے اور ہاتھ کی چوٹ سے خاص طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے.... ان مقامات پر ایسے ابھرے ہوئے نشانات تھے جو کرکٹ گیند کی سلائی سے ہی آ سکتے ہیں۔"

"آپ تو بڑی ناقابلِ یقین بات کر رہے ہیں!" صابر نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"میں بھی کچھ کم حیران نہیں ہوا تھا۔ اب اس حیرت کو طارق ہی رفع کر سکے گا ورنہ یہ بات کسی طرح بھی ہضم نہیں ہوتی کہ کرکٹ کی گیند سے کسی کو مضروب کیا جائے۔" ڈاکٹر سراج نے کہا۔

"آپ میرا کارڈ رکھ لیں۔" زاہد نے ڈاکٹر سراج کی طرف اپنا وزیٹنگ کارڈ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جیسے ہی طارق کو ہوش آئے، مجھے مطلع کر دیجیے گا اور خیال رہے کہ کسی کو اس گفتگو کا علم نہ ہونے پائے۔ یہ بہت اہم نوعیت کا معاملہ ہے۔"

وہ ڈاکٹر سراج سے رخصت ہو کر اس کے کمرے سے باہر نکلے۔

"یہ کیسا پراسرار معاملہ ہے؟" صابر نے کہا۔ "کیا واقعی ایسا کوئی کیس چل رہا ہے جس کا تحریری ریکارڈ نہیں ہے؟"

انسپکٹر زاہد چلتے چلتے رک کر صابر کو گھورنے لگا۔ "تم اخبار والوں سے میں سخت عاجز ہوں!" اس نے کہا۔ "تم لوگ بات کا بتنگڑ بنا لینے کے ماہر ہوتے ہو۔"

"کون سی بات۔" صابر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے اندر کمرے میں ہونے والی گفتگو سرے سے سنی ہی نہیں۔"

"تمہاری ذہانت سے مجھے یہی امید تھی۔" انسپکٹر زاہد نے کہا۔ "لیکن جو کچھ تمہارے علم میں آ چکا ہے اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتا سکوں گا۔"

"میں پوچھوں گا بھی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی خفیہ بات کسی کو بتائی بھی نہیں جاسکتی۔ لیکن یہ بات ہے کتنی سنسنی خیز۔ ایک ایسا کیس جس کی فائل تک کہیں موجود نہیں ہے۔"

طارق کو ہوش آیا تو اُس نے خود کو مختلف ماحول میں پایا۔ اُسے ہوش میں آتے دیکھ کر نرس تیزی سے اُس کی طرف بڑھی۔

"میں کہاں ہوں؟" طارق نے نحیف آواز میں پوچھا۔ اُس نے اُٹھنے کی کوشش بھی کی تھی۔

"آپ لیٹے رہیے۔" نرس نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "آپ سول ہسپتال میں ہیں۔ میں ابھی ڈاکٹر صاحب کو بلواتی ہوں۔ اُس وقت تک گفتگو کرنے سے بھی گریز کیجیے۔"

ڈاکٹر سراج نے آکر اُس کا معائنہ کیا۔ اُس سے چند سوال پوچھے اور اُس کے بعد اُسے تاکید کی کہ وہ بولنے سے پرہیز کرے۔ پھر نرس کو کچھ ہدایات دیتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں آئے۔ صبح کے چھ بجے تھے لیکن انسپکٹر زاہد کو فون کرنا ضروری تھا۔ انھوں نے زاہد کے نمبر ڈائل کیے۔ تیسری ہی گھنٹی پر دوسری طرف سے ریسیور اُٹھا لیا گیا۔

"ہیلو، زاہد اسپیکنگ۔" انسپکٹر زاہد کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ شاید وہ سوتے سے اُٹھا تھا۔

"میں ڈاکٹر سراج بول رہا ہوں۔ آپ کے مریض کو ہوش آگیا ہے۔"

"اوہ! کیا وہ بیان دینے کے قابل ہے؟" زاہد نے تیزی سے پوچھا۔

"ہاں! آپ اس کا بیان لے سکتے ہیں۔"

"میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔ میرے آنے تک کوئی اُس سے ملنے نہ پائے۔"

پھر پندرہ منٹ کے اندر ہی وہ ڈاکٹر سراج کے کمرے میں نظر آرہا تھا۔

"ارے آپ، اس حلیے میں؟" ڈاکٹر سراج متحیرانہ انداز میں بولے۔ اُنھیں اس بات پر حیرت تھی کہ زاہد کے جسم پر سلیپنگ سوٹ اور پیروں میں سلیپر تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور اُس نے مُنہ تک نہیں دھویا تھا۔

"میں جلد از جلد طارق کا بیان لینا چاہتا ہوں۔" زاہد نے ڈاکٹر سراج کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"آئیے۔" ڈاکٹر سراج نے اُٹھتے ہوئے کہا اور وہ دونوں طارق کے کمرے کی طرف چل دیے۔

طارق کے کمرے میں نرس موجود تھی۔ ڈاکٹر سراج نے اس سے باہر چلے جانے کو کہا۔

زاہد کو دیکھ کر طارق کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ اُبھر آئی لیکن وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"اب آپ گفتگو کرسکتے ہیں۔" ڈاکٹر سراج نے طارق سے کہا، پھر زاہد کی طرف متوجہ ہو کر بولا: "مجھے مریضوں کو دیکھنا ہے لہٰذا مجھے اجازت دیجیے۔"

زاہد نے طارق کو غور سے دیکھا۔ اُس کے سر اور اُلٹے ہاتھ پر ڈریسنگ تھی، اس وجہ سے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ ان مقامات پر کس قسم کی چوٹیں لگی ہیں لیکن ناک کی چوٹ پر ڈریسنگ نہ ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ سکتا تھا کہ........ ڈاکٹر سراج کے بیان کے مطابق وہاں واقعی ایسے نشانات موجود تھے جن کی بنا پر کہا جاسکتا تھا کہ وہ کرکٹ کی گیند کی چوٹ کا نتیجہ ہیں۔

"یہ کیا حالت بنالی تم نے؟" زاہد نے اُس سے پوچھا۔

"میں نے آپ کو فون کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے پر عمل کرتا، مجھ پر یہ اُفتاد آن پڑی۔" طارق نے کہا۔ پھر اُس نے پہلی فون کال سے لے کر کرکٹ مقابلے تک کی تمام روداد اُسے سُنا ڈالی۔ زاہد بڑی توجہ سے اُس کی باتیں سُن رہا تھا۔

"آخری گیند پر وہ مجھے کلین بولڈ کر کے میچ جیتنے میں کامیاب ہوگیا۔ اُس نے اتنی فاسٹ گیند کرائی تھی کہ لیگ اسٹمپ کے دو ٹکڑے ہوگئے یوں وہ مقابلہ جیت گیا۔ اُس کے بعد میں بے ہوش ہوگیا تھا اور اب میں ہوش میں آیا تو یہاں اس کمرے میں تھا۔" طارق نے اپنی کہانی ختم کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اُن لوگوں سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ تم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟" زاہد نے پوچھا۔

"نہیں۔" طارق نے جواب دیا۔ "جب مجھے ان کی بات ماننا ہی نہیں تھی تو پھر اُن سے کچھ پوچھنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" زاہد طویل سانس لے کر بولا۔ "واقعی تمھیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی ضرورت تو مجھے ہے لیکن اب بھی میں اندازہ ضرور لگا سکتا ہوں کہ وہ لوگ کس چکر میں ہیں۔"

"کس چکر میں ہیں؟" طارق نے پوچھا۔

"تمھارے لیے اس بات کا نہ جاننا ہی بہتر ہے۔" زاہد بولا۔ "تم یہ بتاؤ کہ جب کار میں اُن لوگوں نے تمھیں بے ہوش کیا تو کار کا رُخ کس طرف تھا؟"

"شہیدِ ملت روڈ سے شارع فیصل کی طرف۔" طارق نے کہا۔ "اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، اُس وقت بائیں جانب والا انڈیکیٹر چل رہا تھا۔"

"ہوں۔" زاہد کا لہجہ پُر تفکر تھا۔ "تم کار کے نمبر تو نہ دیکھ سکے ہوگے؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں۔" طارق نے جواب دیا۔ "لیکن یہ ضرور بتا سکتا ہوں کہ وہ سفید رنگ کی ٹویوٹا کرولا تھی، سن چوہتر کا ماڈل۔"

"اوہ۔" زاہد بری طرح چونک پڑا۔ "تم نے بڑی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔"

"لیکن میری پوزیشن کیا ہوگی؟" طارق نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "اگر یہ بات منظرِ عام پر آئی کہ میں نے معلومات فراہم کی ہیں تو وہ لوگ میری جان کے دشمن ہوجائیں گے۔"

"اوّل تو یہ معلومات کسی بھی دوسرے شخص کے لیے بے کار ہیں لیکن اس کے باوجود تم یہ باتیں کسی کو بھی نہیں بتاؤ گے۔ ہر ایک کو تم یہی بیان دو گے کہ کچھ نامعلوم افراد نے تمہیں اغوا کرلیا تھا۔ اُس کے بعد کیا ہوا؟ تمہیں نہیں معلوم۔ تم پر بے ہوشی کے دوران ہی تشدد کیا گیا اور پھر تمہاری آنکھ یہاں اسپتال میں کھلی۔"

"یعنی اخبارات میں بھی اس بارے میں کچھ نہیں چھپے گا؟" طارق نے پوچھا۔

"اس سے زیادہ کچھ نہیں چھپے گا جو تم انھیں بتاؤ گے۔" زاہد نے کہا۔ "میں تم سے رابطہ رکھنے کی کوشش کروں گا اور اگر وہ لوگ تم سے رابطہ قائم کریں تو تم اُن سے کہو گے کہ اب تم اُن کے لیے کام کرنے کو تیار ہو۔"

طارق کے پاس سے اُٹھ کر وہ ڈاکٹر سراج کے کمرے میں آیا۔ وہ موجود نہیں تھے۔ اُس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے ٹیلی فون اپنی جانب کھسکایا اور ڈی آئی جی کے گھر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"انسپکٹر زاہد بات کررہا ہوں سر۔" اُس نے ریسیور میں کہا۔ "میں بعض اہم کلیوز حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔"

"تم کہاں سے بات کررہے ہو؟" ڈی آئی جی کی مضطربانہ آواز آئی۔

"میں نے ابھی ابھی طارق کا بیان لیا ہے سر اور ابھی سول اسپتال میں ہی ہوں۔"

"تو تم گھر پر ہی چلے آؤ۔ میں ناشتا کرنے جا ہی رہا تھا۔ اب تمھارے ساتھ ہی ناشتا کروں گا۔"

ڈی آئی جی صاحب نے ناشتا اپنے کمرے میں منگوالیا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر دوسروں کے سامنے وہ گفتگو نہیں کرسکتے تھے۔

زاہد نے ناشتے کے دوران اُنھیں طارق کے اغوا سے لے کر اُس کی بازیابی تک کی تمام باتیں بتادیں۔

"تم تو کہہ رہے تھے تمھیں کچھ اہم کلیوز مل گئے ہیں۔" ڈی آئی جی اُس کے خاموش ہونے پر بولے۔ "مجھے تو اس میں کوئی کلیو نظر نہیں آتا۔"

"اس سارے معاملے کی ابتدا وہاں سے ہوتی ہے جب اس بات کا چرچا ہوا تھا کہ کرکٹ کے کچھ کھلاڑی منشیات کی اسمگلنگ میں ملوث ہیں۔ جس کھلاڑی نے یہ انکشاف کیا تھا، اُسے کرکٹ سے باہر نکال دیا گیا۔ چند دوسرے کھلاڑیوں کے خلاف ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کارروائی نہیں کی گئی لیکن اُن کے خلاف یہ خفیہ تحقیقات ضرور شروع کردی گئی جس کا محکمے کے ریکارڈ تک میں کوئی فائل نہیں ہے کہ کہیں محکمے کے دوسرے لوگ اس بات سے واقف نہ ہوجائیں۔"

"یہ سب باتیں تو مجھے معلوم ہیں۔" ڈی آئی جی نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے صرف وہ باتیں بتاؤ جو مجھے معلوم نہ ہوں۔"

"وہی عرض کررہا ہوں سر۔" زاہد بولا۔ "دراصل ہم اب تک مکمل تاریکی میں تھے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہم کس کے خلاف تحقیقات کریں۔ تفتیش کی گاڑی کسی صورت آگے نہیں بڑھ پا رہی تھی۔ میرے ذہن میں کچھ نظریات ضرور تھے جو واضح نہیں تھے۔"

"کون سے نظریات؟" ڈی آئی جی نے پوچھا۔

"میں غلط لفظ استعمال کرگیا۔" زاہد خجالت آمیز انداز میں مسکرایا۔ "مجھے مفروضے کہنا چاہیے تھا۔ ایک مفروضہ تو یہ تھا اگر کھلاڑی منشیات اسمگل کرتے رہے ہیں تو یہ کام وہ انفرادی طور پر کرتے رہے ہیں۔ دوسرا مفروضہ یہ تھا کہ اخبارات میں اس کھلاڑی کے بیانات چھپنے کے بعد منشیات کے اسمگلر کرکٹ کے کھلاڑیوں کی طرف ضرور متوجہ ہوں گے۔ اس لیے کہ منشیات کی اسمگلنگ کے لیے یہ ایک محفوظ ترین طریقہ ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ تقریباً دو ماہ پیشتر کچھ مشتبہ لوگ سامنے آئے تھے جو کچھ ٹیسٹ کرکٹرز سے مشکوک حالات میں ملے تھے۔ ایک بار اُن کا تعاقب کیا گیا تھا۔ وہ سفید ٹویوٹا کرولا میں سوار تھے اور قائدآباد کے نزدیک ہمارے آدمیوں کو جُل دینے میں کامیاب ہوگئے تھے۔"

"تو گویا تم سفید رنگ کی ٹویوٹا کرولا کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کررہے ہو کہ یہ اسی واقعے سے متعلق لوگوں کی حرکت ہے؟" ڈی آئی جی نے کہا۔

"جی نہیں، میں نے کسی ایک چیز کو بنیاد نہیں بنایا ہے۔" زاہد نے کہا۔ "دراصل اس کیس میں پابندیاں اتنی عائد کردی گئی تھیں کہ ہم کچھ کر ہی نہیں پا رہے تھے۔ کھلاڑیوں سے پوچھ گچھ کرنے کی سخت ممانعت تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کیس بہت پہلے حل ہوچکا ہوتا۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ قائدآباد کے نزدیک وہ لوگ ہمارے آدمیوں کو جُل دے کر نکل گئے اور اس کے بعد سے اُن کا کوئی پتا نہیں چلا۔ انھوں نے اپنی سرگرمیاں ترک کردی تھیں۔ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں۔ یا تو وہ اس بات سے خوفزدہ ہوگئے تھے کہ کھلاڑیوں کی نگرانی کی جارہی تھی یا پھر یہ بات رہی ہوگی کہ کھلاڑی اُن کی بات ماننے پر رضامند نہیں ہوئے ہوں گے۔ میرے خیال میں دوسری بات زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ اس لیے کہ کھلاڑی مضبوط پوزیشن میں تھے۔ اس طرف سے مایوس ہوکر ان لوگوں نے دوسرا پروگرام بنایا جس کا اندازہ طارق والے واقعے سے ہوتا ہے۔ انھوں نے سوچا ہوگا کہ پہلے سے جمے جمائے کھلاڑیوں کی بہ نسبت نئے کھلاڑی ان کا آسان شکار ثابت ہوں گے۔ اس ضمن میں اُن کی نگاہ طارق پر پڑی جس نے اس سال ملک میں ہونے والے محدود اوورز کے میچوں میں غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے ورلڈ کپ میں سلیکٹ ہونے کے ویسے ہی کافی امکانات ہیں۔ انھوں نے طارق کو آفر کی کہ وہ اُسے ٹیسٹ کرکٹ میں منتخب کرادیں گے جس کے عوض اُسے اُن کا ایک چھوٹا

سا کام کرنا ہوگا۔"

"تم تو ون ڈے میچوں کی بات کر رہے تھے۔ بیچ میں ٹیسٹ کرکٹ کہاں سے آ کودی؟"

"انھوں نے اس امکان پر انحصار کیا ہوگا کہ طارق ورلڈ کپ میں بھی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا تو ٹیسٹ کے لیے خود بخود ایک مضبوط اُمیدوار بن جائے گا۔"

"گویا انھوں نے لمبی منصوبہ بندی کی ہے۔ یعنی پہلے طارق کو اپنا ممنونِ احسان کرلیں اس کے بعد اُسے منشیات کی اسمگلنگ کے لیے استعمال کریں؟"

"جی ہاں لیکن ابھی تک یہ سب کچھ مفروضہ ہے۔ ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اصل بات تو اُن لوگوں کی گرفتاری کے بعد ہی معلوم ہو سکے گی۔"

"گرفتاری؟" ڈی آئی جی متحیرانہ لہجے میں بولے۔ "وہ بھلا کیسے ہوگی؟"

"میرا خیال ہے آج رات میں اُن لوگوں کو گرفتار کرسکوں گا۔" زاہد نے کہا۔ "مجھے اُن کے ٹھکانے کا پتا چل گیا ہے۔"

"اوہ! کیسے؟"

"طارق کے بیان سے اور سفید ٹویوٹا کرولا سے۔" زاہد نے کہا۔

"مجھے بھی بتاؤ بھئی۔" ڈی آئی جی مضطربانہ انداز میں بولے۔ "میں تو کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔"

"طارق پانچ بجے بے ہوش ہوا اور ساڑھے سات بجے اُسے سول اسپتال میں داخل کرادیا گیا۔ اس سے اُس مقام کے فاصلے کا تعین کیا جاسکتا ہے۔" زاہد نے بتانا شروع کیا۔ "سفید ٹویوٹا نے ہمارے آدمیوں کو قائد آباد کے نزدیک کچل دیا تھا اور اب طارق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ شہید ملت روڈ سے شارع فیصل پر بائیں ہاتھ کی طرف مڑے تھے۔ اس سے سمت کا تعین کیا جاسکتا ہے اور تیسرا اہم کلیو آموں کے باغات ہیں۔ گویا بات یوں ہوئی کہ ہمیں سول اسپتال سے قائد آباد کی سمت میں کار کے ذریعے تقریباً ڈھائی گھنٹے کی مسافت پر آموں کے باغات تلاش کرنے ہیں۔ وہی ہماری منزلِ مقصود ہوگی۔"

"میں سمجھ گیا۔" ڈی آئی جی تقریباً اُچھل پڑے۔ "اس طرف یعنی نیشنل ہائی وے پر ایک ہی جگہ ایسی ہے۔"

"مجھے معلوم تھا آپ سمجھ جائیں گے۔" زاہد پھیکے سے انداز میں مسکرایا۔ "لیکن وہ بہت بڑا آدمی ہے جس کے وہ باغات ہیں۔" اس نے کہا۔

"یہ بات ذہن سے نکال دو کہ کون کتنا بڑا آدمی ہے۔" ڈی آئی جی بولے۔ "اس کیس میں تمھیں اختیار ہے۔ تم کسی بھی شخص پر ہاتھ ڈال سکتے ہو۔ جتنی فورس چاہو لے جاؤ اور انھیں جیسے چاہو استعمال کرو۔"

اُسی روز رات کے آخری پہر طارق کی کمان میں اس عمارت پر چھاپا مار کر اس بڑے آدمی سمیت تمام

یارک شائر کے لوگ کرکٹ کے بڑے شیدائی ہیں۔ یارک شائر کے ایک شخص سے پوچھا گیا۔ "اگر ایک ڈوبتے ہوئے جہاز پر تمہاری بیوی بھی ہو اور جیوف بائیکاٹ بھی... تو تم اُن دونوں میں سے پہلے کسے بچاؤ گے؟"

"کیوں مذاق کرتے ہو؟" اس شخص نے کہا۔ "میری بیوی تو بہت خراب بیٹنگ کرتی ہے۔"

لوگوں کو سوتے میں گرفتار کرلیا گیا۔ عمارت میں تہ خانے بھی تھے۔ جن سے کثیر مقدار میں منشیات کے علاوہ اہم کاغذات بھی برآمد ہوئے۔

"یہ لیجیے جناب۔" دوپہر کے وقت ڈی آئی جی کے آفس میں زاہد اُن کی میز پر کاغذات رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ان کاغذات میں بڑی دھماکا خیز معلومات ہیں۔ میرا کام ختم ہوا۔ وہ بڑے صاحب بھی گرفتار ہو گئے ہیں اور اُن کی صاحبزادی بھی جو طارق کے سامنے مادام کے روپ میں جلوہ گر ہوئی تھیں۔ ڈینیل صاحب بھی ہیں۔ اُن کے بارے میں پتا چلا ہے کہ وہ جزائر غرب الہند کے ایک جزیرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ سخت مقابلے کی وجہ سے کرکٹ ٹیم میں شامل نہیں ہوسکے تو منشیات کے اسمگلروں کی اس بین الاقوامی تنظیم سے آملے۔ دیگر کئی ممالک کے سابق کھلاڑی بھی ہیں۔ سب کے متعلق تفصیلات ان کاغذات میں موجود ہیں۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔ کل صبح سے یہ وقت ہوگیا، بستر کی شکل نہیں دیکھی ہے۔"

وہ وہاں سے نکل کر سول اسپتال پہنچا۔ "مبارک ہو۔" اُس نے طارق کے کمرے میں پہنچ کر اُس سے کہا۔ "تمھارے بیان نے لوگوں کو کلین بولڈ کردیا ہے۔" پھر وہ اُسے اُن لوگوں کی گرفتاری کی تفصیلات بتاتا رہا۔ صابر بھی وہیں موجود تھا اور متحیرانہ انداز میں یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ زاہد نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے طارق سے کہا۔ "یہ سب کچھ محض تمھاری حماقت کی وجہ سے ہوا۔ اگر تم اُن لوگوں کی پیشکش مسترد نہ کرتے تو شاید ابھی وہ کافی عرصہ قانون کی گرفت میں نہیں آسکتے تھے۔"

زاہد کی اس بات پر وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

طارق نہ صرف پوری طرح صحت یاب ہوگیا ہے بلکہ آئندہ ماہ ہونے والے ورلڈ کپ کے مقابلوں کے لیے ملکی ٹیم میں اُس کا نام بھی شامل کرلیا گیا ہے۔ اب یہ تو ورلڈ کپ کے مقابلوں کے دوران اس کی کارکردگی سے ہی معلوم ہو سکے گا کہ اُس کا انتخاب کس حد تک درست ہے۔

محمد سجاد بھٹی، محمد نعمان یاسر حسنین